SIHR-OOL-BUYAN

MEER HUSUN

ORI
891.431
Meer/sih
47504

00047504

B. B. R. A. S.

BOMBAY BRANCH
OF THE
ROYAL ASIATIC SOCIETY.
TOWN HALL, BOMBAY.

Digitized with financial assistance from the
Government of Maharashtra
on 02 January, 2016

SIHR-OOL-BUYAN

OR

MUSNUWEE

OF

MEER HUSUN,

47504

BEING A HISTORY OF THE PRINCE

BE NUZEER,

IN HINDOOSTANEE VERSE;

ROYAL LIBRARY OF THE BOMBAY ... SOCIETY

PUBLISHED UNDER THE PATRONAGE

OF

THE COLLEGE OF FORT WILLIAM

IN BENGAL.

Calcutta,

PRINTED AT THE HINDOOSTANEE PRESS.

1805.

ORI
Or 891.431
Meer/Sih
47504

00047504

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد کی لیاقت اُسی صانع کو ہے۔ جس نے عناصرِ اربع کو (کہ آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں) اپنی قدرتِ کاملہ سے ربط دیکر ارکان ٹھہرایا اور کیفیتِ متوسطہ سے مرکبات کے اجسام کو بنایا لیکن انسان کو ہر مخلوق سے شریف تر اور لطیف تر خلق کیا کہ نفسِ ناطقہ نے بالذات اُس سے پکڑا اور وہ کلیات و جزئیات کی حقیقت سے ماہر ہوا۔ یہاں تک کہ تعلیم و تعلم کا سلیقہ اُسے بخوبی آگیا اور اُس کی زبان میں بھی استعداد ہر لغت کے تلفظ کی بخشی۔ چنانچہ اُس نے جس بولی کو چاہا سیکھ لیا بلکہ سکھا دیا پس لازم ہے کہ اُس کے شکر میں ہردم اپنی زبان گویا رکھے اور اُس کی حمد کو ہر حال میں اپنا ورد کرے

نہ بھول اپنے خالق کو اے دل نہ بھول | کہ یاد اُس کی ہی دونوں جگ کا حصول
اُسی کو مددگار اپنا سمجھ | اُسی کو فقط یار اپنا سمجھ
بُرے وقت میں کوئی اُس کے سوا | تیرے کام آوے یہ امکان کہا
محبت سے سب کی اُٹھا اپنا دل | فقط اُس سے ہی ہنس لگا اپنا دل
زبان تیری گویا رہے جب تلک | اور امکاں سخن کا رہے جب تلک
کیا کر ثنائے جہاں آفرین | سخن کوئی بس اُس سے بہتر نہیں
جو بعد اُس کے منظور ہو کوئی بات | تو کہہ نعت احمد شہ کائنات

فی الواقع ستودۂ خدا سب انبیاء و اوصیا ہیں - تعریف اُنکی مُوافق مقدور ہر ایک کو ضرور ہی - خصوصاً نعت و منقبت خاتم المرسلین اور اُس کے وصی امیر المومنین (علیہما السلام) کی کیونکہ اُنھوں ہیں نے دُنیا میں ہم گمراہوں کو راہ ہدایت کی بتلائی کہ ہم نے منزل ایمان کی [illegible] عاقبت میں بھی اُمید شفاعت کی اور نعماء جنت کی اُنھیں سے رکھتے ہیں

بھروسا کسی کا نہیں ایک ذرا | ہی اُن کا ہی ہم کو فقط آسرا
نبی و علی اپنے ہیں پیشوا | نبی و علی اپنے ہیں رہنما
اُنھیں سے ہی کونین میں مجھ کو کام | وے مولا ہیں میرے میں اُن کا غلام
درود اُن پہ اور اُن کی اولاد پر | بدل بھیجتا ہوں میں شام و سحر

بعد اِس حمد و نعت کے مثنوی سحرُ البیان اِسم بامُسمّیٰ ہی کیونکہ اُس کا ہر شعر اہلِ مذاق کے دلوں کے لبھانے کو موہنی منتر ہی اور ہر داستان اُس کی سحرِ سامری کا ایک دفتر۔ جو چیز کہ حقیقت میں خوب ہوتی ہی۔ وہی طبائع کی مقبول و مرغوب ہوتی ہی۔ راست ہی کہ انداز اُس کا سراپا اعجاز ہی اور وہ ہر ایک صاحب طبیعت کی دمساز۔ تعریف اُس کی جہاں تک کیجیئے بجا ہی کیونکہ فصاحت و بلاغت کا اُس میں ایک دریا بہا ہی۔ احیاناً اگر کسی شعر میں غلطی یا اُس کی بندش میں سُستی پائی جائے تو قابل نام دھرنے کے اور اعتراض کرنے کے نہیں۔ اِس لیئے کہ جہاں ہنر کی کثرت ہوتی ہی۔ وہاں عیب بقلّت شُمار میں نہیں آتا اور تعرّض اُس کا مُنصف مزاجوں کو نہیں بھاتا۔

بمقول شخصے شعر گر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست

دِلنے کا اُس کے ماجرا یہہ ہی کہ نوّاب وزیرُالمُمالک آصفُ الدّولہ مرحوم نے ایک دوشالہ خاص اپنے اوڑھنے کا دست بُقچے میں سے نکلوا کر مُصنّف کو عنایت کیا۔ رُتبہ تو اُس کا البتّہ یہہ برداں گوت گیا اِس لیئے کہ مطلبِ دلی حاصل نہ ہوا لیکن یہہ کثرت صرف طالع کی ہی کیونکہ مال کھرا خریدار اتنا بڑا اور سودا خاطر خواہ نہ ہوا بلکہ گھاتا آیا

یہ چند سطریں مُصنّف کے حسب و نسب اور احوال میں

مُصنّف اُس کا میر حسنِ دہلوی مُتخلّص بحسن - خلف میر غلام حُسین ضاحک کا - وطن اجداد شہرِ ہرات قومِ سادات - گردشِ فلکی سے اُنھوں نے شہر مذکور کو چھوڑا اور دلّی میں آکر پرانے شہر کا رہنا اختیار کیا - وہاں یہہ بزرگ پیدا ہوا بالکہ سنِ تمیز کو پہنچا - دادا اُس عالیقدر کا سُنتے ہیں کہ حاجی و فاضل تھا لیکن باپ کو فضیلت نہ تھی مگر طالبُ العلمی شرح مُلا تلک پڑھا تھا پر فارسی میں استعداد اچھی تھی بلکہ شعر بھی متین و رنگین گاہے گاہے اُس زبان میں کہتا تھا چنانچہ یہہ رُباعی طبع زاد اُس کی راقم نے اُسی کی زبانی سنی ہی

فریاد دلا کہ غمگساراں رفتند	یعنی بدنان وگلعذاراں رفتند
چوں بوئے گُل آمدند بر باد سوار	در خاک چو قطرہائے باراں رفتند

قصیدہ بھی ایک آدہ اُس مغفور کا رُتبہ دار دیکھا ہی لیکن ہزل پر ازبسکہ مزاج مرغوب تھا غزل کہنی ترک کی تھی - قیامت ہنسوڑ اور ٹھٹھول تھا - تخلّص اُس کا اِس پر دال ہی - بظاہر نہایت ثقہ اور مُتشرّع - اکثر عمامہ عربی سبز سر پر بندھا رہتا تھا اور جامہ کم گھیر الٹی پٹّی کا

گلے میں ا۔ داڑھی متوسّط۔ لبیں لی لی ہوئیں - قدمیانہ گندم گوں لیکن میر حسن داڑھی مُنڈواتے تھے پر جامہ نیمہ اُن کا بھی ویسا ہی تھا اور پگڑی کی بندش قدیم ہندوستان زادوں کی سی - قد لنبا تھا اور رنگ گندمی ہرچند وضع تو ایسی تھی پر شوخ مزاج و لطیفہ گو وے بھی تھے نہ ہزال و فحّاش ا سوائے اِس کے بُردباری اور ملنساری اُن کی خلقت میں تھی ا کسی کو میں نے اُس عزیز سے شاکی نہیں پایا اور بیزار نہیں دیکھا ا طبع اُس کی موزون طفولیت سے تھی ا شعر کی طرف رغبت رکھتا تھا اکثر خواجہ میر درد کی صُحبت سے مُستفید شاہجہان آباد میں لڑکائی کے بیچ ہوا ہی ا بعد برہم ہونے سلطنت کے شہرِ مذکور سے مجبور اپنے والد کے ساتھ صوبہ اودھ میں آیا - سکونت فیض آباد میں اختیار کی ا علاقہ روزگار کا نوّاب سالار جنگ بہادر مرحوم کی سرکار میں بہم پہنچایا مُصاحب مرزا نوازش علی خان بہادر سردار جنگ (دام شروتہ) کا ہوا مرزائے موصوف بڑا بیٹا نوّاب مغفور کا ہی - خُدا اُسے سلامت رکھّے کہ اشعار سے اُسے رغبت اور شُعرا سے محبّت ہی چُنانچہ میر مذکور کو بھی اُس نے اپنا جلیس و انیس کیا تھا اور وُہ تھا بھی اُسی لائق اگرچہ علمِ عربی مُطلق اُسے نہ تھا - ہاں فارسیت تھی بلکہ جستہ جستہ شعر یا کوئی رباعی کبھو کبھو بھی لیتا تھا لیکن علمِ مجلس میں بے بدل اور شعرِ ہندی

میں اکمل تھا - مشقِ سخن اُس نے اُسی مُلک میں میر نجیب الدین ضیا تخلّص سے (کہ ہم مشق مرزا رفیع السودا اور میر تقی کے تھے) کی تھی ۔ سوائے اُن کے مرزا مرحوم سے بھی اُن کی غیبت میں اکثر اوقات اصلاح لی تھی - چنانچہ اُس کا اقرار راقم کے سامھنے کیا ہی ۔ غرض میر مرحوم صاحب دیوان ہی غزل رُباعی مثنوی مرثیے میں سلیقہ نہایت خوب رکھتا تھا بلکہ سوائے قصیدے کے ہر قسم کی نظم پر قادر تھا سچ تو یہہ ہی کہ ادا بندی کا حق اُنّے خوب ادا کیا اور انداز کا شعر کِس خوبی سے کہا (خدا اِیش بیامرزد) راقم کو اُس سے دوستی دِلی تھی کبھو خفگی و رنجش باہم نہیں ہوئی حالانکہ اُسی سرکار میں میں بھی نوکر اور اُسی صاحب زادے کا ہمنشین تھا دس برس تک دن رات ایک جگہہ رہے بلکہ اکثر آپس میں غزلیں طرح ہوئیں اور صحبتیں شعر کی رہیں لیکن نہ بطور استفادے کے جیسا کہ نوّاب علی ابراہیم خانِ مغفور نے بے تحقیق اپنے تذکرے میں لکھا ہی صاف اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ میں نے مشورہ سخن کا اُس مرحوم سے بھی کیا ہی اگر یہہ بات حقیقت میں ہوتی تو کُچھہ عیب نہ تھا - ہر گاہ حقیر میر حیدر علی حیران کی شاگردی کا مقر ہی باوجود اِس کے کہ شاعری اُن کی میر حسن سے زیادہ نہ تھی - پھر کِس لیئے اِس بات کا اِنکار کرتا قاعدہ یہی ہی کہ ایک سے سیکھتے ہیں اور

دوسرے کو کہاتے ہیں لیکن جو تھی بات پر اقرار نہیں کیا جاتا اور سچی سے انکار نہیں ہو سکتا آخر - چرخ تفرقہ پرداز نے باہم تفرقہ ڈالا اتفاقاً میرا روزگار سنِ گیارہ سے نناوے میں صاحب عالم مرزا جوان بخت کی سرکار میں ہوا میں اُن کے ہمراہ بنارس میں آیا - بعد اُس کے اُس بزرگ کو آخر ذیحج سنِ بارہ سے ہجری میں مرض الموت لاحق ہوا ابتدائ غرہ محرم کو (کہ سنِ بارہ سو ایک شروع ہو چکے تھے) اِس دارِ فانی سے اُس نے سرائے جاودانی کو کوچ کیا اور شہر لکھنؤ میں مفتی گنج کے بیچ مرزا قاسم علیخان بہادر دام ظلہ کے باغ کے پیچھے مدفون ہوا - خدائے کریم اُس کو یہاں دار السلام عطا کرے اور وہاں قصرِ جنت بخشے

عدم سے مسافر جو آیا ہے یہاں
مقرر وہ جاویگا ایک روز واں
رہے جگ میں ہر چند وہ ہر کہیں
پر اُس کا ٹھکانا ہے زیرِ زمیں
نہ غفلت میں اپنی تو اوقات کھو
ارے بیخبر جاگتے میں نہ سو
جہاں میں تو مہمان ہے چند روز
ترے جسم میں جان ہے چند روز
یہ مہلت غنیمت ہے کر لے وہ کام
کہ جس سے رہے تا ابد نیک نام

فی الواقع نیک نامی بھی عجب چیز ہے اِنسان کا نام اُس سے دُنیا میں

رہتا ہی یا کلام و اولاد سے - سو وہ خوش نصیب ہے دونوں اُسمیں سمیت چھوڑ گیا - چار بیٹے فضلِ الٰہی سے اُس کے ابتک موجود ہیں تین شاعر ہوئے بود وباش اُنھوں نے فیض آباد میں اختیار کی - معاش نوکری پر ہی چُنانچہ میر مستحسن خلیق تخلّص اور میر محسن محسن تخلّص مرزا تقی بہو بیگم صاحب مادر آصف الدّولہ مدّ ظلّہا کے داماد کے رفیق ہیں اور میر احسن خُلق تخلّص داراب علیخان ناظر کے ساتھ ہی - یہہ اور خلیق - دونوں صاحبِ دیوان ہیں اشعار اپنے باپ کے ہی انداز پر کہتے ہیں لیکن خلیق کا سرشتہ اصلاح کا میاں مصحفی (سلّمہُ اللہ) سے تعلّق رکھتا ہی خُدا اُسے اور اُنھیں سلامت رکھے یہ چند فقرے بطورِ دیباجہ زُبدہٗ نوئینانِ عالیشان مُشیرِ خاص شاہ کیوانِ بارگاہ انگلستان مارکویس ولزلی لارڈ گورنر بہادر دام اقبالہٗ کے عہد میں کہ بارہ سی اٹھارہ ہجری مُطابقِ سنِ اٹھارہ سو تین عیسوی کے ہیں حسبُ الارشاد صاحبِ والا مناقب جان گلکرسٹ بہادر مُدرّسِ ہندی دام دولتہٗ کے اِس عاصی نے لکھے اور اُن کو اِس مثنوی کا ضمیمہ کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کروں پہلے توحید یزداں رقم | جھکا جس کے سجدے کو اوّل قلم

سرِ لوح پر رکھ بیاضِ جبیں | کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں

قلم پھر شہادت کی انگلی اٹھا | ہوا حرف زن یوں کہ ربّ العلا

نہیں کوئی تیرا نہوگا شریک | تیری ذات ہی وحدہٗ لاشریک

پرستش کے قابل ہی تو اے کریم | کہ ہی ذات تیری غفور الرحیم

رہِ حمد میں تیری عزّ و جل | تجھے سجدہ کرتا چلوں سر کے بل

وُہ الحق کہ ایسا معبود ہی | قلم جو لکھے اُس سے افزود ہی

سبھوں کا وہی دین و ایمان ہی | یہ دل ہیں تمام اور وہی جان ہی

ترو تازہ ہی اُس سے گلزارِ خلق | وُہ ابرِ کرم ہی ہوا دارِ خلق

اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے / ولے پرورش سب کی منظور ہے

کسی سے بر آوے نہ کچھ کام جان / جو وہ مہرباں ہو تو کل مہربان

اگرچہ یہاں کیا ہے اور کیا نہیں / پر اس بن تو کچھ کسی کا نہیں

موئے پر نہیں اس سے رفت و گذشت / اسی کی طرف سب کی ہے بازگشت

رہا کون اور کس کی بابت رہی / موئے اور جیتے وہی ہے وہی

نہاں سب میں اور سب میں ہے آشکار / یہ سب اس کے عالم ہیں ہژدہ ہزار

ورے سب ہیں اس سے وہ ہے سب سے پیش / ہمیشہ سے ہے اور رہیگا ہمیش

چمن میں ہے وحدت کے یکتا وہ گل / کہ مشتاق ہیں اس کے سب جزو کل

اسی سے ہے کعبہ اسی سے کنشت / اسی کا ہے دوزخ اسی کی بہشت

جسے چاہے جنت میں دیوے مقام / جسے چاہے دوزخ میں رکھے مدام

وہ ہے مالک الملک دنیا و دیں / ہے قبضے میں اس کے زمان و زمیں

سدا بے نمودوں کی اس سے نمود / دل بے کساں کی ہے اس سے کشود

اسی کی نظر سے ہے ہم سب کی دید / اسی کے سخن پر ہے سب کی شنید

وہی نور ہے سب طرف جلوہ گر / اسی کے یہ ذرے ہیں شمس و قمر

نہیں اس سے خالی غرض کوئی شے / وہ کچھ شے نہیں پر ہر اک شے میں ہے

بہ گوہر میں ہے وہ نہ ہے سنگ میں / ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں

وُہ ظاہر میں ہرچند ظاہر نہیں — پہ ظاہر کوئی اُس سے باہر نہیں
تامّل سے کیجے اگر غور کچھ — تو سب کچھ وُہی ہی نہیں اور کچھ
اُسی گُل کی بو سے ہے خوشبو گُلاب — بھرے ہی لیئے ساتھ دریا حُباب
پر اُس جوش میں آکے بہتا نہیں — اسے سمجھنے کی ہی بات کہنا نہیں
قلم گو زباں لاوے اپنی ہزار — لکھے کس طرح حمدِ پروردگار
کہ عاجز ہی یہاں انبیا کی زبان — زبانِ قلم کو یہہ قدرت کہاں
اِس عہدے سے کوئی بھی نکلا کہاں — سِوا عجز در پیش یہاں کچھ نہیں
وُہ معبودِ یکتا خدائے جہاں — کہ جس نے کیا کُن میں کون و مکاں
دیا عقل و اِدراک اُس نے ہمیں — کیا خاک سے پاک اُس نے ہمیں
پیمبر کو بھیجا ہمارے لیئے — وصی اور امام اُس نے پیدا کیئے
جہاں کو انہوں نے دیا انتظام — بُرائی بھلائی سُجھائی تمام
دِکھائی اُنھوں نے ہمیں راہِ راست — کہ تا ہو نہ اُس راہ کی بازخواست
سو وُہ کون سی راہ شرعِ نبی — کہ رستے کو جنّت کے سیدھی گئی

نعت حضرت رِسالت پناہ کی

نبی کون یعنی رسولِ کریم — نبوّت کے دریا کے دُرِّ یتیم
ہوا گو کہ ظاہر میں اُمّی لقب — پہ علمِ لدُنّی کھلا دل پہ سب

بغیر از لکھے اور کہئے بے رقم | چلی حکم پر اُس کے لوح و قلم
ہوا علم دین اُس کا جو آشکار | گذشتہ ہوئے حکم تقویم پار
اُٹھا کفر و اسلام ظاہر کیا | بتوں کو خدائی سے باہر کیا
کیا حق نے نبیوں کا سردار اُسے | بنایا نبوت کا حقدار اُسے
نبوت جو کی اُس پہ حق نے تمام | لکھا اشرف الناس خیر الانام
بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے | خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے
کروں اُس کے رتبے کا کہاں تک بیاں | کھڑے ہوں جہاں باندھ صف مرسلاں
مسیح اُس کی خرگاہ کا پارہ دوز | تجلی طور اُس کی مشعل فروز
خلیل اُس کے گلزار کا باغباں | سلیمان سے کئی مہردار اُس کے یہاں
خضر اُس کی سرکار کا آبدار | زرہ ساز داؤد سے دس ہزار
محمد کی مانند جگ میں نہیں | ہوا ہی نہ ایسا نہ ہوگا کہیں
یہ تھی رمز جو اُس کے سایہ نہ تھا | کہ رنگ دوئی واں تک آیا نہ تھا
نہ ہونے کے سائے کا تھا یہ سبب | ہوا صرف پوشش میں کعبے کی سب
وہ قد اس لیئے تھا نہ سایہ فگن | کہ تھا کُل وہ یک معجزے کا بدن
بنا سایہ اُس کا لطیف اس قدر | آیا لطافت کے باعث نظر
عجب کیا جو اُس گل کا سایہ نہ ہو | کہ تھا وہ گل قدرت حق کی بو

نہ پہنچا آیا نہ سائے کو ہونا جُدا
اُسی نورِ حق کے رہا زیرِ پا

نہ ڈالی کسی شخص پر اپنی چھانو
کسی کا نہ مُنھہ دیکھا دیکھہ اُس کے پانو

وُہ ہونا زمیں گیر کیا فرش پر
قدم اُس کے سائے کا تھا عرش پر

نہونے کے سائے کی ایک وجہہ اور
مجھے خوب سوجھی یہ ہی شرط غور

جہاں تک کے تھے یہاں کے اہلِ نظر
سمجھہ مایہ نور کحلُ البصر

سبھوں نے لیا پتلیوں پر اُٹھا
زمیں پر نہ سائے کو گرنے دیا

سیاہی کی پتلی کا ہی یہہ سبب
وہی سایہ پھرتا ہی آنکھوں میں اب

وگر نہ یہ تھی چشم اپنی کہاں
اُسی سے یہہ روشن ہی سارا جہاں

نظر سے جو غائب وُہ سایہ رہا
ملا یک کے دِل میں سمایا رہا

نہیں ہمسر اُس کا کوئی جز علی
کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی

ہوئی جو نبوّت نبی پر تمام
ہوئی نعمت اُس کے وصی پر تمام

منقبت حضرت امیرالمومنین کی

علی دین و دُنیا کا سردار ہی
[illegible] کے گھر کا مختار ہی

دیارِ امامت کے گلشن کا [illegible]
بہارِ ولایت کا باغ سنبل

علی راز دارِ خُدا [illegible]
[illegible] دارِ سِرِّ خفی و جلی

علی بندۂ خاصِ درگاہِ حق — علی سا ایک رہ روِ راہِ حق
علیِ ولیِ ابنِ عمّ رسول — لقب شاہِ مردان و زوجِ بتول
کہے یوں جو چاہے کوئی بشیر سے — یہ نسبت علی کو نہیں غیر سے
خُدا نفسِ پیغمبرش خواندہ است — دگر افضلیّت بکس ماندہ است
یہاں بات کی بھی سمائی نہیں — نبی و علی میں جُدائی نہیں
نبی و علی ہر دوْ نسبت بہم — دو تا و یکے چوں زبانِ قلم
علی کا عدو دوْزخی دوْزخی — علی کا مُحب جنّتی جنّتی
نبی اوْر علی فاطمہ اوْر حسن — حُسین ابنِ حیدر یہ ہیں پنج تن
ہوئی اُن پہ دوْ جگ کی خوبی تمام — اُنہوں پر درود اوْر اُنہوں پر سلام
علی سے لگا تا بمہدیِ دیں — یہ ہیں ایک نورِ خُدائے بریں
اُنہوں سے ہی قائم اِمامت کا گھر — کہ بارہ ستون ہیں یہ اِثنا عشر
صغیرہ و کبیرہ سے یہ پاک ہیں — حسابِ عمل سے یہ بے باک ہیں
ہوا یہاں سے ظاہر کمالِ رسول — کہ بہتر ہوئی سب سے آلِ رسول

سلام اُن پہ جوْ اُن کے اصحاب ہیں — وہ اصحاب کیسے کہ احباب ہیں
خُدا نے اُنہوں کوْ کہا مومنیں — وہْ ہیں زینتِ آسمان و زمیں

خدا اُن سے راضی رسول اُن سے خوش
علی اُن سے راضی بتول اُن سے خوش

ہوئی فرض اُن کی ہمیں دوستی
کہ ہیں دل سے وو جاں نثارِ نبی

مُناجات

الٰہی بحقِ رسولِ امین
بحقِ علی و باصحابِ دین

بحقِ بتول و بآلِ رسول
کروں عرض جو میں سو ہووے قبول

الٰہی میں بندہ گنہگار ہوں
گناہوں میں اپنے گراں بار ہوں

مجھے بخشیو میرے پروردگار
کہ ہے تو کریم اور آمرزگار

میری عرض یہہ ہے کہ جب تک جیوں
شرابِ محبت کو تیری پیوں

سوا تیری اُلفت کے اور سب ہے ہیچ
یہی ہو نہ ہو اور کچھہ ایچ پیچ

جو غم ہو تو ہو آلِ احمد کا غم
سوا اُس الم کے نہ ہو کچھہ الم

رہے سب طرف سے میرے دل کو چین
بحقِ حسن اور بحقِ حسین

کسی سے نکرنی پڑے التجا
تو کر خود بہ خود میری حاجت روا

صحیح اور سالم سدا مجھہ کو رکھہ
خوشی سے ہمیشہ خدا مجھہ کو رکھہ

میری آل اولاد کو شاد رکھہ
میرے دوستوں کو تو آباد رکھہ

میں کھاتا ہوں جس کا نمک اے کریم
سدا رحم کر اُس پہ تو اے کریم

جیوں آبرو اور حرمت کے ساتھہ
رہوں میں عزیزوں میں عزت کے ساتھہ

برآویں مرے دین و دنیا کے کام || بحقِ محمد علیہ السلام

تعریف سخن کی

پلا مجھ کو ساقی شرابِ سخن || کہ مفتوح ہو جس سے بابِ سخن
سخن کی مجھے فکر دن رات ہی || سخن ہی تو ہی اور کیا بات ہی
سخن کے طلبگار ہیں عقلمند || سخن سے ہی نام نکویاں بلند
سخن کی کریں قدر مردانِ کار || سخن نام ان کا رکھے برقرار
سخن سے وہی شخص رکھتے ہیں کام || جنہیں چاہیئے ساتھ نیکی کے نام
سخن سے سلف کی بھلائی رہی || زبانِ قلم سے برائی رہی
کہاں رستم و گیو و افراسیاب || سخن سے رہی یادیہہ نقلِ خواب
سخن کا صلہ یار دیتے رہے || جواہر سدا مول لیتے رہے
سخن کا سدا گرم بازار ہی || سخن سنج اس کا خریدار ہی
رہے جب تلک داستان سخن || الٰہی رہو قدردانِ سخن

مدح شاہ عالم بادشاہ کی

خدیو فلک شاہ عالی گہر || زمیں بوس ہیں جس کے شمس و قمر
جہاں اس کے پرتو سے ہی کامیاب || رہی برجِ اقلیم میں آفتاب
اسی مہر سے ہی منور یہ ماہ || جہاں ہووے اور ہو جہاں دار شاہ

وہ مہرِ منوّر یہہ ماہِ مُنیر || اور اُس کا یہہ نجم سعادت وزیر

مدح وزیر آصفُ الدّولہ کی

فلک رُتبہ نوّابِ عالی جناب || کہ ہی آصفُ الدّولہ جس کا خِطاب
وزیرِ جہاں حاکمِ عدل وداد || ہی آبادیِ مُلک جس کی مُراد
جہاں عدل سے اُس کے آباد ہی || غریبوں فقیروں کا دِل شاد ہی
پھرے بھاگتا موز سے فیل مست || زبر دست ظالم پہ ہی زیر دست
کتاں پر کرے مہ اگر بد نظر || تو آدھا اِدھر ہووے آدھا اُدھر
کِسی کا اگر مُفت لے زُلف دِل || تو کھایا کرے پیچ وُہ مُتّصِل
وہ اِنصاف سے جو گُذرتا نہیں || لِیے پر کوئی شخص مرتا نہیں
تو ہو باگ بکری میں کُچھ گُفت وگو || اگر اُس کا چیتا نہووے کبھو
گر آواز سُن صید کی کُچھ کہے || تو باز آے چُپک کہ بحری رہے
پھرے شمع کے گِرد گر آکے چور || صبا کھینچ لیجاوے اُس کو بہ زور
نہ لے جب تلک شمع پروانگی || پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی
اگر آپ سے اُس پہ وُہ آگرے || تو فانوس میں شمع چھپتی پھرے
گراحیاناً اُس کے جلایں بال وپر || تو گُلگیر لے شمع کا کاٹ سر
اُسے عدل کی جو طرح یاد ہی || کِسے یاد ہی یہہ خُدا داد ہی

ستم اُس کے ہاتھوں سے رویا کرے | سدا فتنۂ دہر سویا کرے
گھروں میں فراغت سے سوتے ہیں سب | پڑے گھر میں چور اپنے روتے ہیں سب
وہی باعثِ امن خورد و کلاں | کہ ہی نام سے اُس کے مُشتق اماں
بیانِ سخاوت کروں گر رقم | تو دُر ریز کاغذ پہ ہووے قلم
نظر سے تو جُھہ کی دیکھا جدھر | دیا گلِ نرگس اُسے سیم و زر
سخاوت یہہ ادنی سے ایک اُس کی ہی | کہ ایک دن دوشالے دئے سات سی
سوا اُس کے ہی اور یہہ داستاں | کہ ہو جس پہ قربان حاتم کی جاں
ہوئی کم جو ایکبار کچھہ برشکال | گرانی سی ہونے لگی ایک سال
غریبوں کا دم سا نکلنے لگا | توکّل کا بھی پاؤں چلنے لگا
وزیرُ الممالک نے تدبیر کر | خُدا کی دیا راہ پر مال و زر
محلّے محلّے کیا حُکم یہہ | کہ باوے سے اِس غم کے کھولیں گرہ
یہہ چاہا کہ خلقت کسی ڈھب جیئے | ٹکے لاکھہ لاکھہ ایک دن میں دیئے
یہہ لغزش پڑی مُلک میں جو تمام | لیا ہاتھہ نے اُس کے گرتوں کو تھام
فقیروں کی بھی یہاں تلک تو بنی | کہ یکایک یہاں ہو گیا ہی غنی
یہہ کیا دخاں آواز دے جو گدا | چٹکنے کی گُل کے نہ ہووے صدا
قدح لیکے نرگس جو ہووے کھڑی | تو صحبات سے جاوے زمین پر گری

نہو اُس کا شامل جو ابرِ کرم ۔ اثر ابرِ نیساں سے ہووے عدم
ہر اک کام اُس کا جہاں کی مراد ۔ فلاطون طبیعت ارسطو نژاد
جب ایسا وہ پیدا ہوا ہے بشر ۔ تب اُس کو دیا ہے یہ کچھ مال و زر
لکھوں گر شجاعت کا اُس کی بیاں ۔ قلم ہو مرا رُستمِ داستاں
غضب سے وہ ہاتھ اپنا جس پر اُٹھائے ۔ اجل کا تماچا قسم اُس کی کھائے
کرے جس جگہ زور اُس کا نمود ۔ دلِ آہن کا اُس جا پہ ہووے کبود
چلے تیغ گر اُس کی روزِ مصاف ۔ نظر آوے دشمن کا میدان صاف
اگر بیحیائی سے کوئی عدو ۔ ہلا دیوے اُس تیغ سے مُنہ کبھو
تو ایسے ہی کھا کر گرے سر کے بل ۔ کہ سر پر کھڑی اُس کے روئے اجل
نہ ہو کیوں کہ وہ تیغ برقِ غضب ۔ کہ ہیبت کی تشدید جوہر ہیں سب
لگاوے اگر کوہ پر ایک وار ۔ گذر جائے یوں جیسے صابن میں تار
ہوئی ہمقسم اُس سے تیغِ اجل ۔ نکل آئے یہ گر پڑے وہ اُگل
غضب سے غضب اُس کے کانپا کرے ۔ تہوّر بھی ہیبت سے اُس کی ڈرے
اور اُس زور پر ہے یہ حلم و حیا ۔ کہ ہے خُلق کا جیسے دریا بہا
جہاں تک کہ ہیں علم و کسب و کمال ۔ ہر ایک فن میں ماہر ہے وہ خوش خصال
سخن دان سخن سنج شیریں زباں ۔ وزیرِ جہان و خدیوِ زماں

سخن کی نہیں اُس سے پوشیدہ بات
غوامض ہیں سب سہل اس کے نکات

سلیقہ ہر ایک فن میں ہر بات میں
نکلتی نئی بات دن رات میں

سدا سیر پر اور تماشے پہ دل
کشادہ دلی اور خوشی متصل

نہ ہو اُس کو کیونکر ہوائے شکار
تہوّر شعاروں کا ہی یہہ شعار

دلیروں کتیں ہی دلیروں سے کام
کہ رہتا ہی شیروں کو شیروں سے کام

شہاں را ضرور است مشقِ شکار
کہ آید بپَے صیدِ دلہا بکار

کھلے بند جتنے ہیں صحرا میں صید
ہیں نوّاب کے دامِ اُلفت میں قید

زمہرش دلِ آہواں سوختہ
بفتراکِ او چشمہا دوختہ

شجاعت کا ہمّت کا یہہ کام ہی
درم ہاتھہ میں ہی کہ یا دام ہی)

نہ ہوتا اگر اُس کو عزمِ شکار
درندوں سے بچتا نہ شہر و دیار

نہ بچتے جہاں بیچ خورد و بزرگ
یہہ ہو جاتے سب لقمۂ شیر و گرگ

نہ انسان پر اُس کا احسان ہی
کہ بے خوف انسان کی جان ہی

بنائی جہاں اُس نے نخچیر گاہ
رہے صید واں آکے شام و پگاہ

رکھا صیدِ بحری پہ جس دم خیال
لیا پشت پر اپنی ماہی نے جال

مگر اپنا دیتے ہیں جی جان کر
کہ تاپو پہ گرتے ہیں آن آن کر

یہ سمجھو نکلتے ہیں دریا میں سوس
خوشی سے اُچھلتے ہیں دریا میں سوس

چرندوں کا دل اُس طرف تھا لگا
پرندوں کو رہتی ہی اُس کی ہوا

پانگوں کا نہیں بلکہ چنتا تھی
کبھو آ چندھاوے ہماری وہی

کھڑے اڑتے ہوتے ہیں سر جوڑ جوڑ
کہ جی کون دیتا ہی بد بد کے ہوڑ

خبر اُس کی سن کر نہ گینڈا چلے
اگر ہاتھی بھی ہو مست اینڈا چلے

جو کچھ دل میں گینڈے کے آوے خیال
تو بھاگے اُس آگے سپر اپنی ڈال

اطاعت کیے حلقے سب بھاگے جو فیاں
پلک اُس کی آنکھوں میں ہو تفتہ میاں

سب وہ تو اطاعت میں یکدست ہیں
نشے میں محبت کے سبب مست ہیں

اُسی کے لیئے گو کہ ہیں وے پہاڑ
قدم اپنے رکھتے ہیں سب گاڑ گاڑ

کہ شاید مشرف سواری سے ہوں
سرافراز چڑھکر عماری سے ہوں

چاہیں جب یہہ کچھ ہوویں حیوان کے
تو پھر حق بجانب ہی انسان کے

کیئے ہو نہ صحبت کی اُس کی ہوس
ولیے کیا کریں جو نہ ہو دسترس

فلک بارگاہا ملک در گہا
جدا ہیں جو قدموں سے تیرے رہا

نہ کچھ عقل نے اور تدبیر نے
رکھا مجھ کو محروم تقدیر نے

پر اب عقل نے میرے کھولے ہیں گوش
دیا ہی مدد سے تیری مجھ کو ہوش

سو میں یک کہانی بنا کر نئی
دُرِ فکر سے گوندھ لڑیاں کئی

لے آیا ہوں خدمت میں بہرِ نثار
یہہ امید ہی پھر کے ہوں سرفراز

مرے عذر تقصیر ہوویں قبول ‖ بحق علی و بہ آل رسول
رہے جاہ و حشمت یہہ تیری مدام ‖ بحق محمد علیہ السلام
رہیں شاد و آباد سب خیر خواہ ‖ پھریں اس گھرانے کے دشمن تباہ
اب آگے کہانی کی ہی داستان ‖ ذرا سنیو دل دیکے اس کا بیان

آغاز داستان

کسی شہر میں تھا کوئی بادشاہ ‖ کہ تھا وہ شہنشاہ گیتی پناہ
بہت حشمت و جاہ و مال و منال ‖ بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال
کئی بادشاہ اس کو دیتے تھے باج ‖ خطا اور ختن سے وہ لیتا خراج
کوئی دیکھتا آکے جب اس کی فوج ‖ تو کہتا کہ ہی بحر ہستی کی موج
طویلے کے اس کے جو ادنی تھے خر ‖ انھیں نعل بندی میں ملتا تھا زر
جہاں تک کہ سرکش تھے اطراف کے ‖ وہ اس شہر کے رہتے تھے قدموں لگے
رعیت تھی آسودہ و بے خطر ‖ نہ غم مفلسی کا نہ چوری کا ڈر
عجب شہر تھا اس کا مینو سواد ‖ کہ قدرت خدائی کی آتی تھی یاد
لگے تھے ہر ایک جا پہ واں سنگ و خشت ‖ ہر ایک کوچہ اس کا تھا رشک بہشت
زمین سبز و سیراب عالم تمام ‖ نظر کو طراوت وہاں صبح و شام
کہیں چاہ منبع کہیں حوض و نہر ‖ ہر ایک جا پہ آب لطافت کی لہر

عمارت تھی گچ کی وہاں بیشتر — کہ گذرے صفائی سے جس پر نظر
کروں اُس کی وسعت کا کیا میں بیاں — کہ جوں اصفہاں تھا وہ نصفِ جہاں
ہنرمند وہاں اہلِ حرفہ تمام — ہر ایک نوع کی خلق کا ازدحام
جہاں تک کہ رستے تھے بازار کے — کہوں تو کہ تختے تھے گلزار کے
یہ دلچسپ بازار تھا چوک کا — کہ ٹھہرے جہاں بس وہیں دل لگا
وہ پختہ دکانوں کی دیوار و در — سفیدی پہ جس کی نہ ٹھہرے نظر
صفا پر جو اُس کے نظر کر گئے — اُسے دیکھ کر سنگ مرمر گئے
کہوں قلعے کی اُس کے کیا میں شکوہ — گئے دب بلندی کو دیکھ اُس کی کوہ
وہ دولت سرا خانۂ نور تھا — سدا عیش و عشرت سے معمور تھا
ہمیشہ خوشی رات دن سیرِ باغ — نہ دیکھا کسی دل پہ جز لالہ داغ
سدا عیش و عشرت سدا راگ و رنگ — نہ تھا زیست سے کوئی اپنی تنگ
غنی وہاں ہوا جو کہ آیا تباہ — عجب شہر تھا وہ عجب بادشاہ
نہ دیکھا کسی نے کوئی واں فقیر — ہوئے اُس کی دولت سے گھر گھر امیر
کہاں تک کہوں اُس کا جاہ و حشم — محل و مکاں اُس کا رشکِ ارم
سدا ماہ رویوں سے صحبت اُسے — سدا جامہ زیبوں سے رغبت اُسے
ہزاروں پری پیکر اُس کے غلام — کمربستہ خدمت میں حاضر مدام

کسی طرف سے وہ نہ رکھتا تھا غم ۔ مگر ایک اولاد کا تھا الم
اسی بات کا اس کے تھا دل پہ داغ ۔ نہ رکھتا تھا وہ اپنے گھر کا چراغ
دنوں کا عجب اس کے یہہ پھیر تھا ۔ کہ اس روشنی پر یہہ اندھیر تھا
وزیروں کو ایک روز اس نے بلا ۔ جو کچھہ دل کا احوال تھا سب کہا
کہ میں کیا کرونگا یہہ مال و منال ۔ فقیری کا ہے میرے دل کو خیال
فقیر اب نہ ہوں تو کروں کیا علاج ۔ نہ پیدا ہوا وارث تخت و تاج
جوانی مری ہوگئی سب بسر ۔ نمودار پیری ہوئی سر بسر
دریغا کہ عہد جوانی گذشت ۔ جوانی ماو زندگانی گذشت
بہت ملک پر جان کھویا کیا ۔ بہت فکر دنیا میں رویا کیا
زہے بے تمیزی و بے حاصلی ۔ کہ از فکر دنیا زدیں غافلی
وزیروں نے کی عرض کای آفتاب ۔ نہ ہو تجھہ کو ذرہ کبھی اضطراب
فقیری جو کیجے تو دنیا کے ساتھہ ۔ نہیں خوب جانا ادھر خالی ہاتھہ
کرو سلطنت لیکے اعمال نیک ۔ کہ تا دوجہاں میں رہے حال نیک
جو عاقل ہوں وے سوچ میں تک رہیں ۔ کہ ایسا نہ ہووے کہ پھر سب کہیں
تو کار زمیں را نکو ساختی ۔ کہ بر آسماں نیز پرداختی
یہہ دنیا جو ہے مزرع آخرت ۔ فقیری میں ضایع کرو اس کو مت

عبادت سے اِس کِشت کو آب دو ‏ وہاں جا کے خِرمن ہی تیار لو
رکھو یاد عدل و سخاوت کی بات ‏ کہ اس فیض سے ہی تمھاری نجات
مگر ہاں یہہ اؤلاد کا ہی جو غم ‏ سو اِس کا تردُّد بھی کرتے ہیں ہم
عجب کیا کہ ہووے تمھارے خلف ‏ کرو تُم نہ اوقات اپنی تلف
نہ لاؤ کبھی یاس کی گُفتگو ‏ کہ قُرآن میں آیا ہی لا تقنطو
بلاتے ہیں ہم اہلِ تنجیم کو ‏ نصیبوں کو اپنے ذرا دیکھ لو
شتابی تو دی شاہ کو اِس نمط ‏ ولے اہلِ تنجیم کو بھیجے خط
نجومی و رمّال اور برہمن ‏ غرض یاد تھا جن کو اس ڈھب کا فن
بُلا کر اُنھیں شہ کنے لے گئے ‏ جو ہیں رو برو شہ کے وے سب گئے
پڑا جب نظر وہ شہِ تاج و تخت ‏ دُعا دی کہ ہوں شہ کے بیدار بخت
کیا قاعدے سے بُہتر کر سلام ‏ کہا شہ نے میں تم سے رکھتا ہوں کام
نکالو ذرا اپنی اپنی کتاب ‏ میرا ہی سوال اُس کا لکھو جواب
نصیبوں میں دیکھو تو میرے کہیں ‏ کسی سے بھی اؤلاد ہی یا نہیں
یہہ سُنکر وے رمّالِ طالع شناس ‏ لگے کھینچنے زائچے بے قیاس
دھرے تختے آگے لیا قُرعہ ہاتھ ‏ لگا دھیان اؤلاد کا اُس کے ساتھ
جو پھینکیں تو شکلیں کئی تھیں سو پُھل ‏ کئی شکل سے دِل گیا اُن کا کھُل

جماعت نے رمّال کی عرض کی
کہ ہی گھر میں امّیدْ کے کچھ خوشی

یہہ سُن ہم سے ای عالموں کے شفیق
بہُت ہم نے تکرار کی ہر طریق

بیاض اپنی دیکھی جو اِس رمل کی
تو ایک ایک نکتہ ہی فرد خوشی

ہی اِس بات پر اِجتماعِ تمام
کہ طالع میں فرزند ہی تیرے نام

زن و زوج کے گھر میں ہیگی فرح
پیا کر مے وصل کا تو قدح

نجومی بھی کہنے لگے در جواب
کہ ہم نے بھی دیکھی ہی اپنی کتاب

نحوست کے دِن سب گئے ہیں نِکل
عمل اپنا سب کر چکا ہی زُحل

سِتارے نے طالع کے بدلے ہیں طور
خوشی کا کوئی دِن میں آتا ہی دور

نظر کی جو تدبیس و تثلیث پر
تو دیکھا کہ ہی نیک سب کی نظر

کیا پنڈتوں نے جو اپنا بچار
تو کچھ انگلیوں پر کیا پھر شمار

جنم پترا شاہ کا دیکھ کر
تِلا اور بِرچھک پہ کر کر نظر

کہا رام جی کی ہی تم پر دیا
چندر ماسا بالک تیرے ہوویگا

مہاراج کے ہونگے مقصد شتاب
کہ آیا ہی اب پانچواں آفتاب

نکلتے ہیں اب تو خوشی کے بچن
نہ ہو گر خوشی تو نہ ہوں برہمن

نصیبوں نے کی آپ کے یاوری
کہ آئی ہی اب ساتویں مشتری

مقرر تیرے چاہیے ہو پسر
کہ دیتی ہے یوں اپنی پوتھی خبر

ولیکن مقدر ہی کچھ اور بھی | کہ ہیں اس بھلے میں برے طور بھی
یہہ لڑکا تو ہوگا ولے کیا کہیں | خطر ہی اسے بارہویں برس میں
نہ آوے یہہ خورشید بالاے بام | بلندی سے خطرا ہی اس کو تمام
نہ نکلے یہہ بارہ برس رشکِ مہ | رہے برج میں یہہ مہِ چار دہ
کہا شہ نے یہہ سن کے ان کے بین | کہو جن کا خطرا تو اس کو نہیں
کہا جان کی کس طرح خیر ہی | مگر وحشتِ غربت کی کچھ سیر ہی
کوئی اس پہ عاشق ہو جن و پری | کوئی اس کی معشوق ہو استری
کچھ ایسا لگاتا ہی پوتھی میں اب | خدا ہی ہو اس پر کسی کے سبب
ہوئی کچھ خوشی شہ کو اور کچھ الم | کہ دنیا میں توام ہیں شادی و غم
کہا شہ نے اس پر نہیں اعتبار | جو چاہے کرے میرا پروردگار
یہہ فرما محل میں در آمد ہوئے | منجم وہاں سے بر آمد ہوئے
خدا پر زبس اس کو تھا اعتقاد | لگا مانگنے اپنی حق سے مراد
خدا سے لگا کرنے وہ التجا | لگا آپ مسجد میں رکھنے دیا
نکالا مرادوں کا آخر سراغ | لگاتی ادھر لو تو پایا چراغ
سحابِ کرم نے کیا جو اثر | ہوئی کشتِ امید کی باروَر
اسی سال میں یہہ تماشا سنو | رہا حمل ایک زوجۂ شاہ کو

جو کچھ دل پہ گذرے تھے رنج و تعب
مُبدّل ہوئے وے خوشی ساتھ سب

خوشی سے پلا مجھ کو ساقی شراب
کوئی دم میں بجتا ہی چنگ و رباب

کروں نغمۂ تہنیت کو شروع
کہ اک نیک اختر کرے ہی طلوع

داستان تولد ہونے کی شاہزادہ بے نظیر کے

لئے نو مہینے جب اس پر گذر
ہوا گھر میں شہ کے تولّد پسر

عجب صاحبِ حُسن پیدا ہوا
جسے مہر و مہ دیکھ شیدا ہوا

نظر کو نہ ہو حُسن پر اُس کے تاب
اُسے دیکھ بیتاب ہو آفتاب

ہوا وہ جو اُس شکل سے دلپذیر
رکھا نام اُس کا شہ بے نظیر

خواصوں نے خواجہ سراؤں نے جا
کئی نذریں گذرانیاں اور کہا

مُبارک تجھے اے شہِ نیکبخت
کہ پیدا ہوا وارثِ تاج و تخت

سکندر نژاد اور دارا حشم
فلک مرتبت اور عُطارد رقم

رہے اُس کے اقلیم زیر نگین
غُلامی کریں اُس کی خاقانِ چین

یہ سُنتے ہی مژدہ بچھا جانماز
کئے لاکھ سجدے کہ اے بے نیاز

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو تجھ سے مایوس اُمّیدوار

دوگانا غرض شُکر کا کر ادا
تہیہ کیا شاہ نے جشن کا

دے نذریں خواصوں کی خوبجوں کی لے
اُنھیں خلعت و زر کا انعام دے

کہا جاؤ جو کچھ کہ درکار ہو / کہو خانساماں سے تیار ہو
نقیبوں کو بلوا کے یہہ کہہ دیا / کہ نقار خانے میں دو حکم جا
کہ نوبت خوشی کی بجاویں تمام / خبر سن کے یہہ شاد ہوں خاص و عام
یہہ مژدہ جو پہنچا تو نقارچی / لگا ہر جگہہ بادلہ اور زری
بنا تہا تہہ نقار خانے کا سب / مہیا کر اسباب عیش و طرب
غلاف اس پہ بانات پرزر کے تانک / شتابی سے نقاروں کو سینک سانک
دیا چوب کو پہلے بم سے ملا / لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا
کہا زیر سے بم نے بہر ڈگوں / کہ دوں دوں خوشی کی خبر کیوں نہ دوں
بجے شادیانے جو واں اس گھڑی / ہوئی گرد و پیش آکے خلقت کھڑی
بہم ملکے بیٹھے جو شہنا نواز / نیا منہہ سے پھرکی لگا اس پہ ساز
سروں پر وے سرپیچ معمول کے / خوشی سے ہوئے گال گل پھول کے
لگے لینے اپچیں خوشی سے نئی / اڑانا لگا بجنے اور سگھڑی
تنکوروں میں نوبت کے شہنا کی دھن / سگھڑ سننے والوں کو کرتی تھی سن
ترہی اور قرنانے شادی کے دم / لگے بھرنے زیل اور کھرج میں بہم
سنی جہانجھہ نے جو خوشی کی نوا / تھرکنے لگا تالیوں کو بجا
نئے سر سے عالم کو عشرت ہوئی / کہ لڑکے کے ہونے کی نوبت ہوئی

محل سے لگا تا بدیوانِ عام | عجب طرح کا ایک ہوا اژدحام
چلے لیکے نذریں وزیر و امیر | لگے کہ پہنچنے زر کے توڑے وفقیر
دیئے شاہ نے شاہزادے کے ناؤں | مشایخ کو اور پیرزادوں کو گانوں
امیروں کو جاگیر لشکر کو زر | وزیروں کو الماس و لعل و گہر
خواصوں کو خوجوں کو جوڑے دیئے | پیادے جو تھے اُن کو گھوڑے دیئے
خوشی سے کیا یہاں تلک زر نثار | جسے ایک دینا تھا بخشے ہزار
کیا بھانڈ اور بھگتیوں نے ہجوم | ہوئی آئے آئے مُبارک کی دھوم
لگا کنچنی چونہ پڑنی تمام | کہاں تک میں لوں نرت کاروں کا نام
جہاں تک کہ سازندے تھے ساز کے | دھنی دست کے اور آواز کے
جہاں تک کہ تھے گایک اور نرت کار | لگے گانے اور ناچنے ایک بار
لگے بجنے قانون و بین و رباب | بہا ہر طرف جوئے عشرت کا آب
لگی تھاپ طبلوں پہ میردنگ کی | صدا اونچی ہونے لگی چنگ کی
کماچوں کو سارنگیوں کو بنا | خوشی سے ہر ایک اُن کی ترباں ملا
لگا تار پر موم مُرچنگ کے | ملا سُر طنبوروں کے یکرنگ کے
ستاروں کے پردے بناکر دُرست | بجانے لگے سب وے چالاک و چست
گئی بین کی آسماں پر گمک | اُٹھا گنبدِ چرخ سارا دھمک

خوشی کی زبس ہر طرف تھی بساط | لگے ناچنے اُس پہ اہلِ نشاط
کناری کے جوڑے چمکتے ہوئے | وہ پانوں میں گھنگرو جھنکتے ہوئے
وہ گھٹنا وبڑھنا اداؤں کے ساتھ | دکھانا وہ رکھ رکھ کے چھاتی پہ ہاتھ
وہ بالے چمکتے ہوئے کان میں | پھڑکنا وہ نتھنے کا ہر آن میں
کبھی دل کو پانوں سے مل ڈالنا | نظر سے کبھی دیکھنا بھالنا
دکھانا کبھی اپنی چھب مسکرا | کبھی اپنی انگیا کو لینا چھپا
کسی کے وہ مکھڑے پہ نتھ کی پھبن | کسی کے چمکتے ہوئے نورتن
وہ دانتوں کی مسی وہ گل برگِ تر | شفق میں عیاں جیسے شام و سحر
وہ گرمی کے چہرے کہ جوں آفتاب | جسے دیکھ کر دل کو ہو اضطراب
چمکنا گالوں کا صفا کے سبب | وہ گردن کے ڈورے قیامت غضب
کبھی منہ کتیں پھیر لینا اُدھر | کبھی چوری چوری سے کرنا نظر
دوپٹے کو کرنا کبھی منہ کی اوٹ | کہ پردے میں ہو جائیں دل لوٹ پوٹ
ہر ایک تان میں اُن کو ارمان یہ | کہ دل لیجئے تان کی جان یہ
کوئی فن میں سنگیت کے شعلہ رو | برم جوگ لچھمی کے لے پر ملو
کوئی ڈیڑھ گت ہی میں پانوں تلے | کھڑے عاشقوں کے دلوں کو ملے
کوئی دایرے میں بجا کر ہرن | کوئی وحیدتھی میں دکھا اپنا فن

غرض ہر طرح دلکو لینا انھیں — نئی طرح سے داغ دینا انھیں
کبھی مار ٹھوکر کریں قتلِ عام — کبھی ہاتھ اُٹھا لیویں گرتے کو تھام
کہیں دھرپد اور گیت کا شور و غل — کہیں قول و قلبانہ و نقش و گل
کہیں بھانڈ کے ولولوں کا سماں — کہیں ناچ کشمیریوں کا وہاں
منجیرا پکھاوج گلے ڈال ڈھول — بجاتے تھے اُس جا کھڑے باندھ غول
محل میں جو دیکھو تو اک ازدحام — مبارک سلامت کی تھی دھوم دھام
وہاں بھی تو تھی عیش و عشرت کی دھوم — پری پیکروں کا ہر ایک جا ہجوم
چھٹی تک غرض تھی خوشی ہی کی بات — کہ دن عید اور رات تھی شب برات
بڑھے ابر ہی ابر میں جوں ہلال — محل میں لگا پلنے وہ نو نہال
برس گانٹھ جس سال اُس کی ہوئی — دلِ بستگاں کی گرہ کھل گئی
وہ گُل جب کہ چوتھے برس میں لگا — بڑھایا گیا دودھ اُس ماہ کا
ہوئی تھی جو کچھ پہلے شادی کی دھوم — اُسی طرح سے پھر ہوا وہ ہجوم
طوائف وہی اور وہی راگ و رنگ — ہوئی بلکہ دونی خوشی کی ترنگ
وہ گُل پانوں سے اپنے جس جا چلا — وہاں آنکھ کو نرگسوں نے ملا
لگا پھرنے وہ سرو جب پانوں پانوں — کئے بردے آزاد تب اُس کے ناوں

داستان تیاری میں باغ کی

مئے ارغوانی پلا ساقیا | کہ تعمیر کو باغ کی دل چلا
دیا شہ نے ترتیب یک خانہ باغ | ہوا رشک سے جس کے لالہ کو داغ
عمارت کی خوبی دروں کی وہ شان | لگے جس میں زربفت کے سائبان
چقیں اور پردے بندھے زرنگار | دروں پر کھڑی دست بستہ بہار
کوئی ڈور سے در پر اٹکا ہوا | کوئی زہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا
وہ مُقیش کی ڈوریاں سربسر | کہ مہ کا بندھا جس میں تارِ نظر
چقوں کا تماشا تھا آنکھوں کا جال | نگہ کو وہاں سے گذرنا محال
سنہری مُغرّق چھتیں ساریاں | وہ دیوار اور در کی گلکاریاں
دیئے چار سو آئینے جو لگا | گیا چوگنا لطف اُس میں سما
وہ مخمل کا فرش اُس میں ستھرا کہ بس | بڑھے جس کے آگے نہ پائے ہوس
رہیں لخلخے اُس میں روشن مدام | معطّر شب و روز جس سے مشام
چھپر کھٹ مُرصّع کا دالان میں | چمکتا تھا اِس طرح ہر آن میں
زمیں پر تھی اِس طور اُس کی جھلک | ستاروں کی جیسے فلک پر چمک
زمیں کا کروں واں کی کیا میں بیاں | کہ صندل کا اک پارچہ تھا عیاں
بنی سنگِ مرمر سے چوپڑ کی نہر | گئی چار سو اُس کے پانی کی لہر

قرینے سے گرد اُس کے سروِ سہی ۔ کُچھ اِک دور دور اُس سے سیب و بہی
کہوں کیا میں کیفیتِ دار بست ۔ لگائے رہیں تاک واں می پرست
ہوائے بہاری سے گُل لہلہے ۔ چمن سارے شاداب اور ڈہڈہے
زمرد کی مانند سبزے کا رنگ ۔ روش کا جواہر ہوا جس سے سنگ
روِش کی صفائی پہ بے اختیار ۔ گُلِ اشرفی نے کیا زر نثار
چمن سے بھرا باغ گُل سے چمن ۔ کہیں نرگس و گُل کہیں یاسمن
چنبیلی کہیں اور کہیں موتیا ۔ کہیں رائے بیلاں اور کہیں موگرا
کھڑے شاخِ شب بو کے ہر جا نشان ۔ مدن بان کی اور ہی آن بان
کہیں ارغوان اور کہیں لالہ زار ۔ جُدی اپنے موسم میں سب کی بہار
کہیں جعفری اور گیندا کہیں ۔ سماں شب کو داؤدیوں کا کہیں
عجب چاندنی میں گُلوں کی بہار ۔ ہر اِک گُل سفیدی سے مہتاب وار
کھڑے سرو کی طرح چنپے کے جھاڑ ۔ کہے تو کہ خوشبوئیوں کے پہاڑ
کہیں زرد نسریں کہیں نسترن ۔ عجب رنگ پر زعفرانی چمن
پڑی آب جو ہر طرف کو بہے ۔ کریں قُمریاں سرو پر چہچہے
گُلوں کا لبِ نہر پر جھومنا ۔ اُسی اپنے عالم میں مُنہ چومنا
وُہ جُھک جُھک کے گِرنا خیابان پر ۔ نشے کا سا عالم گُلستان پر

لیئے نیلچے ہاتھہ میں مالنے　　چمن کو لگیں دیکھنے بھالنے
کہیں تخم پاشی کریں کھود کر　　پنیری جماویں کہیں گوڈ کر
کھڑے شاخ در شاخ باہم نہال　　رہیں ہاتھہ جوں مست گردن پہ ڈال
لبِ جو کے آئینے میں دیکھہ قد　　اکڑنا کھڑے سرو کا جد نہ تد
خراماں صبا صحن میں چار سو　　دماغوں کو دیتی پھرے گل کی بو
کھڑے نہر پر قاز اور قرقرے　　لیئے ساتھہ مرغابیوں کے پرے
صدا قرقروں کی بطوں کا وہ شور　　درختوں پہ بگلے منڈیروں پہ مور
چمن آتشِ گل سے دہکا ہوا　　ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا
صبا جو گئی ڈھیریاں کر کے پھول　　پڑے ہر طرف مولسریوں کے پھول
وہ کیاریوں کی اور مولسریوں کی چھاؤں　　لگی جائے آنکھیں لیئے جس کا ناؤں
خوشی سے گذرن پر سدا بلبلیں　　تعشّق کی آپس میں باتیں کریں
درختوں نے برگوں کے کھولے ورق　　کہ لیں طوطیاں بوستاں کا سبق
سماں قمریاں دیکھہ اُس آن کا　　پڑھیں باب پنجم گلستان کا
دوا دائیاں اور مغلانیاں　　پھریں ہر طرف اُس میں جلوہ کناں
خواصوں کا اور لونڈیوں کا ہجوم　　محل کی وہ چھائیں وہ آپس کی دھوم
تکلّف کے پہنے پھریں سب لباس　　رہیں رات دن شاہزادیکے پاس

کنیزانِ مہ رو کی ہر طرف ریل
چنبیلی کوئی اور کوئی رائے بیل

شگوفہ کوئی اور کوئی کامروپ
کوئی چت لگن اور کوئی سہا روپ

کوئی کیتکی اور کوئی گلاب
کوئی مہ رتن اور کوئی ماہتاب

کوئی سیوتی اور ہنس مکھ کوئی
کوئی دل لگن اور تن سکھ کوئی

اِدھر اور اُدھر آتیاں جاتیاں
پھریں اپنے جوبن میں اِتراتیاں

کہیں چٹکیاں اور کہیں تالیاں
کہیں قہقہے اور کہیں گالیاں

کہیں اپنی پٹی سنوارے کوئی
اری اور تری کہہ پکارے کوئی

بجاتی پھرے کوئی اپنے کڑے
کہیں ہو گئے رے اور کہیں واچھڑے

دکھاوے کوئی گوکھرو موڑ موڑ
کہیں سوت بونتی کہیں تار توڑ

ادا سے کوئی بیٹھی حقہ پیئے
دمِ دوستی کوئی بھر بھر جیئے

کوئی حوض میں جاکے غوطہ لگائے
کوئی نہر پر پانو بیٹھی ہلائے

کوئی اپنے توتے کی لیوے خبر
کوئی اپنی مینا پہ رکھے نظر

کسی کو کوئی ڈھول مارے کہیں
کوئی جان کو اپنی وارے کہیں

کوئی آرسی اپنے آگے دھرے
ادا سے کہیں بیٹھی کنگھی کرے

مُقابا کوئی کھول مسّی لگائے
بنوں پر دھڑی کوئی بیٹھی جمائے

ہوا اُن گُلوں سے دوبالا سماں
کسی باغ میں یہ بھی باغِ رواں

غرض لوگ تھے یہہ جو ہر کام کے ‌ ہو سب واسطے اُس کے آرام کے
پلا جب وُہ اِس نازو نعمت کے ساتھہ ‌ پدر اور مادر کی شفقت کے ساتھہ
ہوئی اُس کے مکتب کی شادی عیاں ‌ ہوا پھر اُنھیں شادیوں کا سماں
مُعلّم اتالیق مُنشی ادیب ‌ ہر اِک فن کے اُستاد بیٹھے قریب
کیا قاعدے سے شُروعِ کلام ‌ پڑھانے لگے علم اُس کو تمام
دیا تھا زبس حق نے ذہنِ رسا ‌ کئی برس میں علم سب پڑھ چُکا
معانی و منطق بیان و ادب ‌ پڑھے اُس نے منقول و معقول سب
خبردار حکمت کے مضمون سے ‌ غرض جو پڑھا اُس نے قانون سے
لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم ‌ زمیں آسماں میں پڑی اُس کی دھوم
کئے علم نوکِ زباں حرف حرف ‌ ابھی نحو سے عُمر کی اُس نے صرف
عُطارد کو اُس کی لگی آنے ریس ‌ ہوا سادہ لوحی میں وُہ خوشنویس
ہوا جب کہ تُو خط وُہ شیریں رقم ‌ بڑھا کر لکھے سات سے نو قلم
لیا ہاتھہ جب خامۂ مُشکبار ‌ لکھا نسخ و ریحان و خطِّ غبار
عُروس الخطوط اور ثُلث و رقاع ‌ خفی و جلی مثل خطِّ شُعاع
شکستہ لکھا اور تعلیق جب ‌ رہے دیکھہ حیراں اتالیق سب
کیا خطِّ گلزار سے جب فراغ ‌ ہوا صفحۂ قطعہ گلزارِ باغ

کمان کے جو در پی ہوا بے نظیر / لیا کھینچ چلّے میں سب فنِّ تیر
صفائی میں سوفار پیکان کیا / گیا جب کہ تودے پہ طوفاں کیا
رکھا چھوتے ہی جو لکڑی پہ من / لیا اپنے قبضے میں سب اُس کا فن
ہوئیں دست و بازو کی سرسائیاں / اُڑائیں کئی ہاتھ میں گھائیاں
رکھا موسیقی پر بھی کچھ جو خیال / کیئے قید سب اُس نے ہاتھوں میں تال
طبیعت گئی کچھ جو تصویر پر / رکھے رنگ سب اُس نے مدِّ نظر
کئی دن میں سیکھا یہ کسبِ تفنگ / کہ حیراں ہوئے دیکھ اہلِ فرنگ
سوا ان کمالوں کے کتنے کمال / مروّت کی خو آدمیت کی چال
رذالوں سے نفروں سے نفرت اُسے / غرض قابلوں ہی سے صحبت اُسے
گیا نام پر اپنے وہ دلپذیر / ہر ایک فن میں سچ مُچ ہوا بے نظیر

داستان سواری کی تیاری کے حکم میں

پلا ساقیا مجھ کو یک جام مُل / جوانی پہ آئے ہیں ایّامِ گُل
غنیمت شمر صحبتِ دوستاں / کہ گُل پنجروز است در بوستاں
ثمر لے بھلائی کا گر ہو سکے / شتابی سے بو لے جو کچھ بو سکے
کہ رنگِ چمن پر نہیں اعتبار / یہاں چرخ میں ہے خزان و بہار
پڑی جب گرہ بار ہویں سال کی / کھلی گُلجھڑی غم کے جنجال کی

کہا شہ نے بُلوا نقیبوں کو شام
کہ ہوں صُبح حاضر سبھی خاص و عام

سواری تکلّف سے تیّار ہو
مُہیّا کریں جو کہ در کار ہو

کریں شہر کو ملکے آئنہ بند
سواری کا ہو لُطف جس سے دوچند

رعیّت کے خوش ہوں صغیر و کبیر
کہ نکلا کل شہر میں بے نظیر

یہہ فرما محل میں گئے بادشاہ
نقیبوں نے سُن حُکم لی اپنی راہ

ہوئی شب لیا مہ نے جام شراب
گیا سجدۂ شُکر میں آفتاب

خوشی سے گئی جلد جو شب گذر
ہوئی سامھنے سے نمایاں سحر

عجب شب تھی وہ جوں سحر رو سپید
عجب روز تھا مثلِ روزِ اُمید

گیا مژدۂ صُبح لے آفتاب
اُٹھا سورج آنکھوں کو ملتا شتاب

کہا شاہ نے اپنے فرزند کو
کہ بابا نہا دھو کے تیّار ہو

داستاں حمام کے نہانیکی لطافت میں

پلا آتشیں آب پیرِ مُغاں
کہ بھولے مجھے گرم و سردِ جہاں

اگر چاہتا ہی میرے دل کا چین
نہ دینا وہ ساغر جو ہو قلتین

کدورت میرے دل کی دھو جا ئیا
ذرہ شیشۂ مے کو دھو دھا کے لا

کہ سر گرم حمام ہی بے نظیر
گیا ہے نہانے کو بدرِ مُنیر

ہوا جب کہ داخل وہ حمام میں
عرق آگیا اُس کے اندام میں

تنِ نازنیں نم ہوا اُس کا کُل | کہ جس طرح ڈوبے ہی شبنم میں گُل
پرستار باندھے ہوئے لُنگیاں | مہ و مہر سے طاس لیکر وہاں
لگے ملنے اُس گلبدن کا بدن | ہوا دُھلا آب سے وُہ چمن
نہانے میں یوں تھی بدن کی دمک | برسنے میں بجلی کی جیسے چمک
لبوں پر جو پانی پھرا سربسر | نظر آیا جیسے وُہ گلبرگِ تر
ہوا قطرۂ آب یوں چشم بوس | کہے تو پڑے جیسے نرگس پہ اوس
لگا ہونے ظاہر جو اعجازِ حُسن | ٹپکنے لگا اُس سے اندازِ حُسن
گیا حوض میں جو شہ بے نظیر | پڑا آب میں عکسِ ماہِ مُنیر
وُہ گورا بدن اور بال اُس کے تر | کہے تو کہ ساون کی شام و سحر
نمی کا تھا بالوں کے عالم عجب | نہ دیکھی کوئی خوب تر اُس سے شب
کہوں اُس کی خوبی کی کیا تجھ سے بات | کہ جوں بھیگتی جاوے صحبت میں رات
زمیں پر تھا یک موجۂ نور خیز | ہوا جب وُہ فوارہ ساں آب ریز
زُمرد کے لے ہاتھ میں سنگِ پا | کیا خادموں نے جو آہنگِ پا
ہنسا کھلکھلا وُہ گُلِ نو بہار | لیا کھینچ پاؤں کو بے اختیار
عجب عالم اُس نازنیں پہ ہوا | اثر گُدگُدی کا جبیں پر ہوا
ہنسا اِس ادا سے کہ سب ہنس پڑے | ہوئے جی سے قربان چھوٹے بڑے

دعائیں لگے دینے بے اختیار
کہا خوش رکھے تجھ کو پروردگار

کہ تیری خوشی سے ہی سب کی خوشی
مُبارک تجھے روز و شب کی خوشی

نہ آوے کبھی تیری خاطر پہ میاں
چمکتا رہے یہہ فلک کا سُہیاں

کیا غسل جب اُس لطافت کے ساتھہ
اُٹھا کہیں لائے اُسے ہاتھوں ہاتھہ

نہا دھوکے نکلا وہ گُل اِس طرح
کہ بدلی سے نکلے ہی مہ جس طرح

غرض شاہزادے کو نہلا دُھلا
دیا خلعتِ خُسروانہ پنہا

جواہر سراسر پنہایا اُسے
جواہر کا دریا بنایا اُسے

لڑی لٹکن اور کلغی اور نورتن
عدد ایک سے ایک زیبِ بدن

مُرصّع کا سرپیچ جوں موجِ آب
مُصفّا بہ شکلِ ہلالِ آفتاب

وہ موتی کے مالے بہ صد زیب و زین
کہیں جس کو آرامِ جان دِل کا چین

جواہر کا تن پر عجب سے تھا ظُہور
کہ ایک ایک عدد اُس کا تھا کوہِ طور

غرض ہوکے اِس طرح آراستہ
خراماں ہوا سروِ نوخاستہ

نکل گھر سے جس دم ہوا وہ سوار
کئیے خوان گوہر کے اُس پر نثار

زبس تھا سواری کا باہر ہجوم
ہوا جب کے ڈنکا پڑی سب میں دھوم

برابر برابر کھڑے تھے سوار
ہزاروں ہی تھی ہاتھیوں کی قطار

سُنہری روپہری تھیں عماریاں
شب و روز کی سی طرح داریاں

چمکتے ہوئے بادلوں کے نشان
سواروں کے غت اور باتوں کی شان

ہزاروں تھی اطراف میں پالکی
جھالا بور کی جگمگی نالکی

کہاروں کی زربفت کی کرتیاں
اور اُن کے دبے پانوں کی پھرتیاں

بندھیں پگڑیاں تاش کی سر اوپر
چکا چوندھ میں جنسے آوے نظر

وُہ ہاتھوں میں سونے کے موتی کڑے
جھالک جس کی ہر ہر قدم پر پڑے

وُہ ماہی مراتب وُہ تخت رواں
وُہ نوبت کہ دولہا کا جس سے سماں

وُہ شہنائیوں کی صدا خوش نوا
سُہانی وُہ نوبت کی اُس میں صدا

وُہ آہستہ گھوڑوں پہ نقارچی
قدم باقدم بالباس زری

بجاتے ہوئے شادیانے تمام
چلے آگے آگے لیے شاد کام

سوار اور پیادے صغیر و کبیر
جلو میں تمامی امیر و وزیر

وے نذریں کہ جن جن نے تھیں ٹھانیاں
شہ و شاہزادے سبھوں گذرانیاں

ہوئے حکم سے شاہ کے پھر سوار
چلے سب قرینے سے باندھے قطار

سجے اور سجائے سبھی خاص و عام
لباس زری میں مُلبّس تمام

طُرق کے طُرق اور پرے کے پرے
کچھ ادھر اودھر کچھ وہے کچھ پرے

مُرصّع کے سازوں سے کوتل سمند
کہ خوبی میں روح القدس سے دوچند

وُہ فیلوں کی اور میگ ڈنبر کی شان
جھلاکتے وُہ مُقیّش کے سایبان

چلی ماےۂ تخت کے ہو قریب | بدستورِ شاہانہ مہتی جریب
سواری کے آگے کیئے اہتمام | لیئے سونے روپے کے عاصے تمام
نقیب اور جلو دار اور چوب دار | یہہ آپس میں کہتے تھے ہر دم پکار
اُسی اپنے معمول و دستور سے | ادب سے تفاوت سے اور دور سے
یلو تو جوانو بڑھے جائیو | دو جانب سے باگیں لیئے آئیو
بڑھے جائیں آگے سے چلتے قدم | بڑھے عمر و دولت قدم با قدم
غرض اُس طرح سے سواری چلی | کہے تو کہ بادِ بہاری چلی
تماشائیوں کا ہُوا تھا ہجوم | ہر ایک طرف تھی ایک عالم کی دھوم
لگا قلعے سے شہر کی حد تلک | دو کانوں پہ تھی بادلے کی جھلک
کیا تھا زبس شہر آئینہ بند | ہوا چوک کا لطف واں چار چند
منڈھے تھے تمامی سے دیوار و در | تمامی وہ تھا شہر سونے کا گھر
رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ | گذرتی تھی رنگ رنگ کے ہر جا نگاہ
ہوئے جمع کوٹھوں پہ جو مرد و زن | ہر ایک سطح تھا جوں زمینِ چمن
یہہ خالق کی سن قدرت کا ماہ | تماشے کو نکلی زنِ حاملہ
لگا لنج سے تا ضعیف و نحیف | تماشے کو نکلے وضیع و شریف
وحوش و طیوروں تلک بے خلل | پڑے آشیانوں سے اپنے نکل

نہ پہنچا جو یک مُرغِ قبلہ نما
سو وُہ آشیانے میں تڑپھا کیا

زبس شاہزادہ بہت تھا حسین
ہوئے دیکھہ عاشق کہین و مہین

نظر جِس کو آیا وُہ ماہِ تمام
کیا اُس نے جُھک جُھک کے اُس کو سلام

دُعا شاہ کو دی کہ بارِ اِلٰہ
سدا یہہ سلامت رہے مہر و ماہ

یہہ خوش اپنے مہ سے رہے شہر یار
کہ روشن رہے شہر پرور دگار

غرض شہر سے باہر ایک سمت کو
کوئی باغ تھا شہ کا اُس میں سے ہو

گھڑی چار تک خوب سی سیر کر
رعیت کو دکھلا کے اپنا پسر

اُسی کثرتِ فوج سے ہو سوار
پھرا شہر کی طرف وُہ شہر یار

سواری کو پہنچا گئی فوج اُدھر
گئے اپنی منزل میں شمس و قمر

جہاں تک کہ تھیں خادمانِ محل
خوشی سے وُہ ڈیوڑھی تک آئیں نکل

قدم اپنے حُجروں سے باہر نکال
لیا سب نے آ پیشوا حال حال

بلائیں لگیں لینے سب ایک بار
کیا جی کو ایک دست سب نے نثار

گیا جب محل میں وُہ سرو رواں
بندھا ناچ اور رنگ کا پھر سماں

پہر رات تک پہنے پوشاک وُہ
رہا بیٹھہ سب کے طرب ناک وُہ

قضارا وُہ شب تھی شبِ چاردہ
پڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف مہ

نظارے سے تھا اُس کے دل کو سُرور
عجب عالمِ نور کا تھا ظُہور

عجب لطف تھا سیرِ مہتاب کا — کہے تو کہ دریا تھا سیماب کا
ہوا شاہزادے کا دل بیقرار — یہہ دیکھی جو واں چاندنی کی بہار
کچھ آئی جو اُس مہ کے جی میں ترنگ — کہا آج کوٹھے پہ بچھے پلنگ
خواصوں نے جا شاہ سے عرض کی — کہ شہزادے کی آج یوں ہی خوشی
ارادہ ہی کوٹھے پر آرام کا — کہ بھایا ہی عالم لبِ بام کا
کہا شہ نے ابتو گئے دن نکل — اگر یوں ہی مرضی تو کیا ہی خلل
پر اِتنا ہی اُس سے خبردار ہوں — جنھوں کی ہی چوکی وہ بیدار ہوں
لبِ بام پر جب یہہ سووے صنم — کریں سورۂ نور کو اُس پہ دم
تمھارا مرا بول بالا رہے — یہہ اِس گھر کا قائم اُجالا رہے
کہا تب خواصوں نے حق سے اُمید — یہی ہی کہ ہم بھی رہیں رو سفید
پھر بس حکم لیتو واں سے پھر شاہ کا — بچھونا کیا جا کے اُس ماہ کا
قضارا وہ دن تھا اُسی سال کا — غلط وہم ماضی میں تھا حال کا
سخن مولوی کا یہہ سچ ہے قدیم — کہ آگے قضا کے ہو احمق حکیم
پڑے اپنے اپنے جو سب عیش بیچ — نہ سوجھی زمانے کی کچھ اونچ نیچ
یہہ جانا کہ یونہیں رہیگا یہہ دور — زمانے کا سمجھا انھوں نے نہ طور
کہ اِس بیوفا کی نئی ہی ترنگ — یہہ گرگٹ بدلتا ہی ہر دم میں رنگ

بکرا بادۂ عیش در جام ریخت || کہ صد شام بر فرقِ صبحش نہ ریخت
نداری تعجب ز نیرنگِ دہر || کہ آرد زیک حُقّہ تریاک و زہر

داستان شاہزادے کے کوٹھے پر سونیکی اور پری کے اُڑا کر لیجانیکی

شتابی سے اُٹھ ساقی بیخبر || کہ چاروں طرف ماہ ہی جلوہ گر
بلوریں گلابی میں دے بھر کے جام || کہ آیا بلندی پہ ماہِ تمام
جوانی کہاں اور کہاں پھر یہ سِن || مثل ہی کہ ہی چاندنی چار دن
اگر مے کے دینے میں کچھ دیر ہی || تو پھر جان یہ تو کہ اندھیر ہی
وہ سونیکا جو تھا جڑاؤ پلنگ || کہ جسمیں تنوں کو ہو جسپر اُمنگ
کچھی چادر اینک اُس پہ شبنم کی صاف || کہ ہو چاندنی جس صفا کی غلاف
دھرے اُس پہ تکئے کئی نرم نرم || کہ مخمل کو ہو جسکے دیکھے سے شرم
کہاں تک کوئی اُسکی خوبی کو پاے || جسے دیکھ آنکھوں کو آرام آے
کسے اُس پہ کسنے وہ مقیش کے || کہ جھبوں میں تھے جسکے موتی لگے
سراسر ادقچے زری باف کے || کہ تھے رشک آئینۂ صاف کے
وہ گل تکیہ اُس کے جو تھے رشکِ ماہ || کہ ہر وجہ تھی اُنکو خوبی میں راہ
کبھی نیند میں جب کہ ہوتا تھا وہ || تو رخسارہ رکھ اپنا سوتا تھا وہ
چھپائے سے ہوتا نہ حسن اُس کا ماند || کہے تو لگائے تھے مکھڑے پہ چاند

زبس نیند میں تھا جو وہ ہو رہا
بچھونے پہ آتے ہی بس سو رہا

وہ سویا جو اس آن سے بے نظیر
رہا پاسباں اس کا ماہِ منیر

ہوا اس کے سونے پہ عاشق جو ماہ
لگا دی اُدھر اپنی اس نے نگاہ

وہ مہ اس کے کوٹھے کا بالا ہوا
غرض واں کا عالم دوبالا ہوا

وہ پھولوں کی خوشبو وہ ستھرا پلنگ
جوانی کی نیند اور وہ سونے کا رنگ

جہاں تک کہ چوکی کے تھے باریدار
ہوا جو چلی سو گئے ایک بار

غرض سب کو واں عالمِ خواب تھا
مگر جاگتا ایک مہتاب تھا

قضارا ہوا ایک پری کا گزر
پری شاہزادے پہ اس کی نظر

بھبوکا سا دیکھا جو اس کا بدن
جلا آتشِ عشق سے اس کا تن

ہوئی حسن پر اس کے جی سے نثار
وہ تخت اپنا لائی ہوا سے اتار

دو ہاتھے کو اس مہ کے منہ سے اٹھا
دیا گال سے گال اپنا ملا

اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس
ولیکن حیا نے کہا اس کو بس

مے عشق میں پھر یہ سوجھی ترنگ
کہ لے جائیے اس کا امانت پلنگ

محبت کی آئی جو دل پر ہوا
وہاں سے اسے لے اڑی دلربا

ہوا جب زمیں سے وہ شعلہ بلند
ہوا میں ستارہ سا چمکا دوچند

شب مہ میں یوں وہ زمیں سے اٹھا
چلے شپر جس طرح سے جوش کھا

جلے رشک سے اُس کے شمع و چراغ | کہ اُس مہ کا پہنچا فلک پر دماغ
غرض لے گئی آن کی آن میں | اُڑا کر وُہ اُس کو پرستان میں
کبھی خوش ہے دِل اور کبھی دردمند | زمانے کی جب سے ہے پست و بلند
شتابی مجھے ساقیا دے شراب | کہ یہہ حال سُنکر ہوا دل کباب

داستان وہاں سے اُس کے غایب ہونے کی اور غم سے ماں باپ اور سب کی حالت تباہ کرنے کی

یہاں کا تو قصہ میں چھوڑا یہاں | ذرا اب سُنو غمزدوں کا بیاں
کروں حال ہجراں زدوں کا رقم | کہ گذرا جُدائی سے کیا اُن پہ غم
کھلی آنکھ جو ایک کی واں کہیں | تو دیکھا کہ وُہ شاہزادہ نہیں
نہ ہے وُہ پلنگ اور نہ وُہ ماہ رو | نہ وُہ گل ہے اُس جا نہ وُہ اُس کی بو
رہے دیکھ یہہ حال حیرانِ کار | کہ یہہ کیا ہوا ہائے پروردگار
کوئی دیکھ یہہ حال رونے لگی | کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی
کوئی بلبلاتی سی پھرنے لگی | کوئی ضعف ہو ہو کے گرنے لگی
کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دِلگیر ہو | کوئی بیٹھی ماتم کی تصویر ہو
کوئی رکھ کے زیرِ زنخداں چھڑی | رہی نرگس آسا کھڑی کی کھڑی
رہی کوئی اُنگلی کو دانتوں میں داب | کسی نے کہا گھر ہوا یہہ خراب
کسی نے دیئے کھول سُنبل سے بال | طپانچوں سے جوں گُل کیئے سُرخ گال

نہ بن آئی کچھ اُن کو اس کے سوا | کہ کہئے یہہ احوال اب شہ سے جا

سُنی شہ نے القصّہ جب یہہ خبر | گِرا خاک پر کہہ کے ہائے پسر

کلیجہ پکڑ ماں تو بس رہگئی | کلی کی طرح سے بِکس رہگئی

ہوا گم وُہ یوسف پری یہہ جو دھوم | کیا خادمانِ محل نے ہجوم

کہا شہ نے وہاں کا مجھے دو پتا | عزیزو جہاں سے وُہ یوسف گیا

گئے لے وہ شہ کو لبِ بام پر | دِکھایا کہ سوتا تھا یہاں سیم بر

یہی تھی جگہہ وُہ جہاں سے گیا | کہا ہائے بیٹا تو یہاں سے گیا

مِرے نوجوان میں کدھر جاؤں پیر | نظر تو نے مجھہ پر نکی بے نظیر

عجب بحرِ غم میں ڈبویا ہمیں | غرض جان سے تو نے کھویا ہمیں

کروں اُس قیامت کا کیا میں بیان | ترقّی میں ہردم تھا شور و فغان

لبِ بام کثرت جو یکسر ہوئی | تلے کی زمیں ساری اوپر ہوئی

شب آدھی وُہ جِس طرح سوتے کٹی | رہی تھی جو باقی سو روتے کٹی

عجب طرح کی شب تھی ہیہات وُہ | قیامت کا دن تھا نہ تھی رات وُہ

سحر نے کیا جب گریبان چاک | اُڑانے لگے ملکے سب سر پہ خاک

اُٹھا شہر میں ہر طرف شور و غل | کہ غائب ہوا اس چمن سے وُہ گل

غم و درد سے دل جو سب کا بھرا | ہوا باغ سارا وُہ ماتم بھرا

گیا جب کہ وہ سرو اُس باغ سے نظر پھول آنے لگے داغ سے
اکڑنا گئے سرو سب اپنا بھول اُڑانے لگیں قمریاں سر پہ دھول
صدا اب جو کوئی اُنھوں کی سُنے تو کو کو سے اُن کی جگر تک بُھنے
ہوئے خشک اور زرد سارے نہال ثمرنگ کے پاتوں ہوئے پایمال
ترانے سے بلبل کا جی ہٹ گیا گلوں کا جگر درد سے پھٹ گیا
تبسّم کلی حزن سے بھول گئی پیا غم سے ازبس لہو پھول گئی
اُڑا نور نرگس کی آنکھوں کا سب ہوئے بال سنبل کے ماتم کی شب
لبِ جو کے اُڑنے لگی گرد گرد گلِ اشرفی کا ہوا رنگ زرد
لگی آگ لالا کے دل کو تمام دیا آگ میں پھونک عشرت کا جام
پڑا ماتم اُس باغ میں بسکہ سخت ہوئے نخلِ ماتم تمامی درخت
گرے غم سے انگور مدہوش ہو پڑے سائے سارے سیہ پوش ہو
لگے تھے جو پتے درختوں کے ساتھ وہ ہل ہل کے ملتے تھے آپس میں ہاتھ
وہ لبریز جو نہر تھی جا بجا سو آنکھوں کو وہ رہ گئی ڈبڈبا
اُچھلتے تھے فوارے اُس کے جو واں گئی سب نکل اُن کی تاب و تواں
مژہ پر جو کچھ اشک تھے جھڑ گئے غرض روتے روتے گڑھے پڑ گئے
ہوا حال چشموں کا یہاں تک تباہ کیا رخت پانی نے اپنا سیاہ

کہاں وے کوئے اور کِدھر آبشار | کوئی دِل میں رووے کوئی ڈاڑھ مار
نہ بنگلوں کا عالم نہ وے فرفرے | نہ وے آب جوئیں نہ سبزے ہرے
جہاں رقص کرتے تھے طاؤسِ باغ | لگے بولنے اُن مُنڈیروں پہ زاغ
سُہانی وُہ چھائیں جو دِل چسپ تھیں | سو کیا ہو کہ اب دِل لگے واں کہیں
مُنقش جہاں تھے وے رنگیں مکاں | ہوئے سب وُہ جوں دیدۂ خوں چکاں
گُلوں کی طرح کِھل رہے تھے جو دِل | سو وے سب خزاں سے ہوئے مُضمحِل
خِزاں کا اَلم واں جو آکر گرا | جگر برگِ گُل کی طرح جھڑ پڑا
نہ غنچہ نہ گُل نے گُلِستاں رہا | فقط دِل میں ایک خارِ ہجراں رہا
وزیروں نے دیکھا جو احوالِ شاہ | کہ ہونی ہی اب اِس کی حالت تباہ
کہا سب نے سمجھا کے اُس شاہ کو | کہ دیکھو گے تُم اپنے اُس ماہ کو
اگرچہ جُدائی گوارا نہیں | ولیکن خُدائی سے چارا نہیں
سدا ایک سا دن گُذرتا نہیں | کوئی ساتھہ مرتے کے مرتا نہیں
نہیں خوب اِتنا تمھیں اِضطراب | نصیبوں سے شاید مِلے وُہ شتاب
خُدا جانے اب اِس میں کیا بھید ہی | یہہ کہتے ہیں جیتوں کو اُمّید ہی
ندانم کہ تاکِردگارِ جہاں | درین آشکارا چہ دارد نِہاں
خُدا کی خُدائی تو معمور ہی | غرض اُس کے نزدیک کیا دور ہی

نہیں ایک صورت پہ کوئی مدام ‖ اُسی کی غرض ذات کو ہی قیام

یہہ کہہ اور شہ کو بٹھا تخت پر ‖ بہر نوع رہنے لگے یاں دگر

لُٹایا بہت باپ نے مال و زر ‖ ولیکن نہ پائی کچھہ اُس کی خبر

ذرہ خضرِ رہ تو ہی ہو ساقیا ‖ مجھے دے کے مے کھوج اُس کا بتا

نہ پائی کہیں یہاں جو اُس گل کی بو ‖ کروں اب پرستان میں جُستجو

داستان پرِستان میں لیجانے کی

اُڑی جو پری واں سے لیکر اُسے ‖ اُتارا پرستاں کے اندر اُسے

واں ایک تھا سیر کا اُس کی باغ ‖ کہ جس کے گلوں سے ہو تازہ دماغ

ریاحین و گُل اُس میں انواع کے ‖ طِلسمات کُل اُس میں انواع کے

طِلسمات کے سارے دیوار و در ‖ نہ یہاں کے سے کوٹھے نہ یہاں کے سے گھر

مُطلّا مُنقّش مُشبّک تمام ‖ یہہ کیا ہو جو ہو دھوپ کا اُس میں نام

نہ آتش کا خطرہ نہ باراں کا ڈر ‖ نہ سردی نہ گرمی کا اُس میں خطر

جُدے اور مِلے سب کلوں کے مکان ‖ جہاں چاہیے جا کے رکھہ دیں وہاں

دُرخشندہ ہر سقف دالان کی ‖ ہو دیوار جیسی چراغان کی

زمیں واں کی ساری جواہر نگار ‖ اُدھر میں چمن اور ہوا میں بہار

کِسی کو ہو جس چیز کا اِشتیاق ‖ نظر آوے وہ چیز بالائے طاق

جواہر کے ذی روح وحش و طیور ‌‌ خراماں پھریں صحن میں دور دور

پھریں دِن کو سارے وُہ حیوان ہو ‌‌ کریں رات کو کام اِنسان ہو

لگے ہر طرف گوہرِ شب چراغ ‌‌ وہی دِن کو گوہر وہی شب چراغ

بنائے ہوئے جال باہم نہال ‌‌ گُل و غنچہ سب وہاں کے دور از خیال

صدا آپ سے آپ گھڑیاں کی ‌‌ کہیں ناچ کی اور کہیں تال کی

رہے وہاں کے حجروں کا جو در کھُلا ‌‌ تو دُنیا کے باجوں کی آوے صدا

وگر بند کر دیجیے ایک بار ‌‌ تو جوں ارغنوں راگ نِکلیں ہزار

مکانوں میں مخمل کا فرش و فروش ‌‌ بخطِ شایانی اُس پر نقوش

طِلسمات کے پردے اور چلونیں ‌‌ اِرادے پہ دِل کے اُٹھیں اور گریں

خواصیں پریزاد اُس میں تمام ‌‌ پھریں گرد گرد اُس پری کے مُدام

سرِ نہر بنگلا مُرصّع نِگار ‌‌ سراپا برنگِ گہر آب دار

رکھا شاہزادے کا اُس میں پلنگ ‌‌ کھُلا حُسن سے اُس کے بنگلے کا رنگ

قضارا کھُلی آنکھ اُس گُل کی جو ‌‌ نہ پائی وہاں شہر کی اپنی بو

نہ وے لوگ دیکھے نہ وُہ اپنی جا ‌‌ تعجب سے ایک ایک کو تک رہا

اچنبھے کا یہ خواب دیکھا جو واں ‌‌ لگا کہنے یا رب میں آیا کہاں

زِبس تھا وہ لڑکا تو سہماں بھی کچھ ‌‌ ہوا کچھ دِلبر اور حیراں بھی کچھ

سرہانے جو دیکھی مہِ چاردہ — کہی اجنبی سی وہ ایک رشکِ مہ
کہا کون ہی تو یہہ کس کا ہی گھر — لے آیا مجھے کون گھر سے ادھر
پھرا منہہ کو اور لے اودھر سے نقاب — دیا اُس پری نے یہہ ہنس کر جواب
خدا جانے تو کون میں کون ہوں — مجھے بھی تعجب ہی میں کیا کہوں
پر اب تو تو مہمان ہی میرے گھر — لے آئی ہی تجھکو قضا و قدر
یہہ گھر گو کہ میرا ہی تیرا نہیں — پر اب گھر یہہ تیرا ہی میرا نہیں
ترے عشق نے مجھ کو شیدا کیا — ترا غم مرے دل میں پیدا کیا
چھڑا کر ترا تجھ سے شہر و دیار — یہہ بندی ہی لائی ہی تقصیر وار
پری ہوں میں اور یہہ پرستان ہی — یہاں سب یہہ قوم بنی جان ہی
کہاں صورتِ جن کہاں شکلِ انس — غرض دور ہی صحبتِ غیر جنس
پری کو ہوئی شادی اُس مہ کو غم — پہ لاچار کیا کر سکے وہ صنم
کبھی یوں بھی ہی گردشِ روزگار — کہ معشوق عاشق کے ہو اختیار
بجبراً دل اپنا لگایا وہاں — کہا اُس نے جو کچھ کہا اُس کو ہاں
ولیکن نہ عقل و نہ ہوش و حواس — رہے وحشیوں کی طرح وہ اداس
کبھی اشک آنکھوں میں بھر لائے وہ — کبھی سانس لیکر کہے ہائے وہ
وہ محلوں کی چھائیں وہ گھر کا سماں — رہے رو برو دھیان میں ہر زماں

وہ شفقت جو ماباپ کی یاد آئے | تو راتوں کو رو رو کے دریا بہائے

کبھی اپنی تنہائی پر غم کرے | کبھی اپنے اوپر دُعا دم کرے

کڑے یاد جب اپنے ناز و نِعم | فغاں زیر لب وُہ کرے دمبدم

بہانے [illegible] دِن رات رویا کرے | نہ ہو جب کوئی تب وُہ رویا کرے

غرض اضطراب اُس کو ہر حال میں | کہ جوں مرغ تڑپھے نیا جال میں

غرض ماہ رُخ اُس پری کا تھا نام | پدر سے کیا تھا یہہ پوشیدہ کام

کبھی گھر میں رہتی کبھی رہتی واں | کہ تا راز اُس کا نہ ہووے عیاں

وُہ پریوں میں ازبسکہ تھی ذی شُعور | نئی چیز لاتی تھی اُس کے حضُور

عجایب غرایب پرستان کے | دِکھاتی تھی ہر شب اُسے آن کے

نئے کھانے اور میوے اقسام کے | مُہیّا سب اسباب آرام کے

نئی کشتیاں روز پوشاک کی | خوشی آمد سدا جانِ غمناک کی

نئے سانگ واں کے نئے راگ رنگ | کہ تا دِل لگے اور نہ ہووے جی بہ تنگ

شرابوں لے شیشے چُنے طاق میں | گزک وُہ کہ نکلے نہ آفاق میں

شراب و کباب و بہار و نِگار | جوانی و مستی و بوس و کنار

نہ تھا اور کچھہ غم تو اُس کو واں | بغیر از غم دوری دوستاں

اُسی غم سے گھُل گھُل کے مرتا تھا وُہ | سدا شمع ساں آہ کرتا تھا وُہ

پری وہ جو تھی دل لگائے ہوئے
وہ بیٹھی تھی اُس کو اُڑائے ہوئے

وہ تھی نازنیں بھی بہت عقلمند
نہ کھانے سے کچھ اُس کے ہوتی تھی بند

کہا ایکدن اُس نے سن بے نظیر
میرے دام میں تو ہوا ہی اسیر

تو ایک کام کر ایک پہر پھر کہیں
کیا کر تک ایک سیر روے زمیں

تو رک رک کے دل کو نکر اپنے بند
نہ پہنچے کہیں تیرے جی کو گزند

سر شام جاتی ہوں میں باپ پاس
اکیلا تو رہتا ہی اِس جا اُداس

یہہ گھوڑا میں دیتی ہوں کل کا تجھے
ولیکن یہہ دے تو مچلکا مجھے

کہ گر شہر کی طرف جاوے کہیں
دیا دل کسی سے لگاوے کہیں

تو پھر حال ہو جو گنہگار کا
وہی حال ہو تجھ سے دلدار کا

کہا کہوں کہ میں تم کو جاؤنگا بھول
مجھے جو کہا تم نے سو سب قبول

کہا ماہ رخ نے کہ تھے تیرے بخت
کہ بخشا تجھے میں سلیماں کا تخت

جو اُترے تو کل اُس کی یوں جوڑیو
جو برعکس چاہے تو یوں موڑیو

زمیں سے لگا اور تا آسماں
جہاں چاہیو جائیو تو وہاں

داستان گھوڑے کی تعریف میں

کہوں کیا میں اُس اسپ کی خوبیاں
پرندوں میں کب ہوں یہہ محبوبیاں

ذرا کل کو موڑے فلک پر ہوا
جو کہیے تو کہیے اُسے باد پا

نہ کھاوے نہ پیوے نہ سووے کبھی
نہ تاپے نہ بھیگے ہووے کبھی

نہ خشری نہ کھری نہ شب کور وہ
نہ وہ کہنہ لنگ اور نہ منہ زور وہ

نہ ہڈوں کا نے موتروں کا خلل
نہ پیشانی اوپر ستاروں کا بل

نہ سا پرسنا گن نہ بھونری کا ڈر
ہر ایک عیب سے وہ غرض بے خطر

یہ گھوڑا جو اس کل کے تھا جنس کا
فلک سیر تھا نام اُس رخش کا

سرِ شام وہ بے نظیرِ جہاں
اسی رخش پر ہو کے جلوہ کناں

ہر ایک طرف سے ہو گذرتا تھا وہ
وہیں یک پہر سیر کرتا تھا وہ

پہر جب کہ بجتا تو پھرتا شتاب
کہ پھر قہر تھا ماہ رخ کا عتاب

داستان وارد ہونے میں بینظیر کے بدرِ منیر کے باغ میں اور شاہزادی کے عاشق ہونے میں

کدھر ہے تو اے ساقیِ شوخ رنگ
کہ آیا ہوں میں بیٹھے بیٹھے بہ تنگ

پلا مجھ کو دارو کوئی تیز و تند
کہ ہوتا چلا ہے میرا ذہن کند

میرے توسنِ طبع کو پر لگا
مجھے یہاں سے لیچل فلک پر اڑا

سنو ایک دن کی یہ تم واردات
اٹھا سیر کو بے نظیر ایک رات

ہوا ناگہاں اس کا ایکجا گذر
سہانا سا یک باغ آیا نظر

سفیدی ایک دیکھی عمارت بلند
کہ تھی نور میں چاندنی سے دوچند

وہ چھٹکی ہوئی چاندنی جا بجا
وہ جاڑے کی آمد وہ ٹھنڈی ہوا

وہ نکھرا فلک اور مہ کا ظہور — لگا شام سے صبح تک وقت نور
یہہ عالم جو بھایا تو کوٹھے پہ آ — اُتر اپنے گھوڑے سے اور سر جھکا
لگا جھانکنے اُس مکاں کے تئیں — کہ دیکھوں تو یہاں کوئی ہی یا نہیں
جو دیکھے تو ایسا کچھ آیا نظر — کہ سب کچھ گیا اُس کے جی سے اُتر
کہا جی مے اب تو جو کچھ ہو سو ہو — ذرا چل کے اِس سیر کو دیکھ لو
یہہ کہہ نیچے اُترا دبے پانوں وہ — نظر سے بچائے ہوئے چھپاتا ہوا وہ
الگ کھول ہاتھوں سے وہاں کا کواڑ — چلا سا یہ سا یہ درختوں کی آڑ
تھے ایک طرف گنجان باہم درخت — کہ لپٹے ہوں جس طرح مشتاق سخت
لگا وہاں سے چھپ چھپ کے کرنے نظر — درختوں سے جوں ماہ ہو جلوہ گر
جو دیکھے تو صحبت عجب ہی وہاں — عجب چاندنی ہی عجب ہی سماں
عجب صورتیں اور طرفہ محل — چلا دیکھتے ہی دل اُس کا نکل
ملی جنس کی اُس کو جو اپنی بو — لگا تاکنے حیرت سے حیران ہو
نظر آئی وہاں چاندنی کی بہار — کہ آنکھوں نے کی خیرگی اختیار
در و بام یک لخت سارے سفید — ہر ایک طاق محراب صبح امید
مغرق زمیں پر تمامی کا فرش — جھلک جس کی لے فرش سے تا بعرش
زمیں کا طبق آسماں کا طبق — سنہری روپہری ہو جیسے ورق

بلوریں دھرے ہر طرف سنگِ فرش ‏ کہ جس سے منور رہے رنگِ فرش

گئی اُس کے عالم پہ جس دم نگاہ ‏ اور آیا نظر اُس کو ایک رشکِ ماہ

طرح اُس کی ہر دل کی مانوس تھی ‏ کہ گویا وہ شیشے کی فانوس تھی

کہیں دیکھ اُس کے تئیں ہوشمند ‏ پری کو کیا ہے گا شیشے میں بند

ہر ایک سمت وہاں نور کا ازدحام ‏ لگے آئینہ قدِ آدم تمام

لپٹتے ہوئے بادلوں سے درخت ‏ زمین و ہوا صاحبِ تاج و تخت

مُتبت وہ چوپڑ کی پاکیزہ نہر ‏ پڑے چشمۂ ماہ نے جس میں لہر

لبِ نہر پر صاف جو حوض کی ‏ تو پٹری تھی وہ ایک بلّور کی

پڑے اُس میں فوارے چھُوٹتے ہوئے ‏ ہوا بیچ موتی سے لُٹتے ہوئے

مُقرّض پڑا اُس میں مُقیش جو ‏ گرا ماہ وہاں رشک سے پُرزے ہو

لیئے گود مُقیش چھُوٹتے ہرے ‏ سبھی مہ ستارے اُڑاویں کھرے

غرض اپنی صنعت سے تاروں کو توڑ ‏ زمیں کو فلک کا بناتے تھے جوڑ

ہوا میں وہ جگنو سے چمکیں بہم ‏ نمایں جلوۂ مہ کو زیرِ قدم

فقط چاندنی میں اُڑاں طور یہہ ‏ کہ طُرّہ نہ جب تک ملے اور یہہ

زمانہ زرافشاں ہوا زرنشاں ‏ زمیں سے لگا آسمان زرفشاں

گُل و غنچہ نسرین و تاج خروس ‏ زمین چمن سب جبینِ عروس

خراماں زری پوش ہر ماہ وش
کریں دیکھ کر مہر و مہ جن کو غش

کھڑا ایک نمگیرہ زرنگار
کہ تھے جس کی جھالر پہ موتی نثار

جڑاؤ وہ استادے الماس کے
ڈھلے ایک سانچے کے ایک راس کے

بچھی دور ہر طرف زرتار کی
لڑی جوں کناری کے ہوں [illegible] کی

کہوں کیا میں جھالر کی اس کی پھبن
کہ سورج کے ہو گرد جیسے کرن

مغرق بچھی مسند ایک جگمگی
کہ تھی چاندنی جس کے قدموں لگی

نہ پھولے سماتے تھے تکیے دھرے
کہ تھے وے فقط حسن ہی سے بھرے

بلوریں صراحی وہ جام بلور
دل و دیدہ وقف تماشائے نور

زمین نور کی آسماں نور کا
جدھر دیکھو اودھر سماں نور کا

چمن سارے زاویوں سے بھرے
جواہر شبو کے ہر جا پڑے

ستاروں کا مہتاب میں حال یوں
کہ چونے میں پانی کے قطرے ہوں جوں

اگر کیجیے سائے اوپر نگاہ
تو ہی وہ بھی جوں سایۂ مہر و ماہ

کرے ہی نگہ جس طرف کو گذر
بجز نور آتا نہیں کچھ نظر

کرے کون سے حسن کو انتخاب
ہر ایک آئینے میں وہی ماہتاب

نظر جس طرف جائے نزدیک و دور
اسی ایک مہ کا ہی ہر جا ظہور

نکل اپنی وحدت سے کثرت میں آ
وہی نور ہی جلوہ گر جا بجا

نئے رنگ سے ہر طرف ماہتاب ‖ وہی ایک نکتہ کہ جس کی کتاب

حقیقت کی لیکن بصارت بھی ہو ‖ کہ دیکھے نہ اُس کے سوا غیر کو

داستان بدر منیر کی تعریف میں

گلابی مِرے سامنے ساقیا ‖ منہِ چاردہ کو دکھا کر پلا

کہ دیکھے سے ہو جس کے دِل کو سرور ‖ نظر کام کر جائے نزدیک و دور

کروں اُس مکان کی مکیں کا بیاں ‖ کہ ہی بعدِ خاتم نگیں کا بیاں

وُہ مسند جو تھی موجِ دریائے حُسن ‖ وہاں دیکھی ایک مسند آرائے حُسن

برس پندرہ ایک کا سن و سال ‖ نہایت حسین اور صاحب جمال

دیئے کہنی تکئے پہ ایک ناز سے ‖ سرِ نہر بیٹھی تھی انداز سے

خواصیں کھڑیں لیے اِدھر اودھر تمام ‖ ستارون کا جوں ماہ پر ازدحام

وہ بیٹھی تھی بیچ و بیچ بنائے ہوئے ‖ دِل اُس چاندنی پر لگائے ہوئے

اُدھر آسماں پر درخشندہ مہ ‖ اِدھر یہہ زمیں پر مہِ چاردہ

پڑا عکس دونوں کا جوں نہر میں ‖ لگا لوٹنے چاند ہر لہر میں

نظر آئے اِتنے جو یک بار چاند ‖ زمانے کے مُنہہ کو لگے چار چاند

عجب طرح کا حُسن تھا جاں فزا ‖ کہ مہ روبرو جس کے تھا ٹھیکرا

کہوں اُس کی پوشاک کا کیا بیاں ‖ فقط ایک پشوازِ آبِ رواں

زبس موتیوں کی تھی عنجاف گل — کہے تو وہ بیٹھی تھی موتی میں تل
اور ایک اوڑھنی جوں ہوا یا حباب — جیسے دیکھ شبنم کو آوے حجاب
صباحت صفا اس میں جھلکی ہوئی — پڑی سر سے کاندھے پہ ڈھلکی ہوئی
گریبان میں تکمہ ایک الماس کا — ستارہ سا مہتاب کے پاس کا
وہ کرتی وہ انگیا جواہر نگار — نیا باغ اور ابتدا کی بہار
وہ چھب تختی اور اس کی کرتی کا چاک — ترافے کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک
جھلک پائجامے کی دامن سے یوں — نظر آئے آئینے میں برق جوں
صفائی یہ پوشاک کی دیکھیو — نظر سوچ میں ہی کہ میلی نہ ہو
وہ ترکیب اور چاند سا وہ بدن — وہ بازو پہ ڈھلکے ہوئے نورتن
جڑاؤ وہ بالے کہ ہالے کا رشک — وہ موتی کے مالے کہ عاشق کا اشک
وہ آنکھوں کی مستی وہ مژگاں کی نوک — کرن پھول کی اور بالے کی جھوک
وہ موتی کا دُلڑا وہ موتی کا ہار — سدا اشک غمدیدہ جس پر نثار
لگا ڈھکڈھکی پچلڑا ست لڑا — سراسر گلے جوبن اس کے پڑا
جڑاؤ دمکتی وہ چنپا کلی — بہے جس سے الماس کو بیکلی
تلے اس کے موتی لگے گرد گل — کہ جوں شبنم آلودہ ہو برگ گل
جہاں گیریوں کا کروں کیا بیاں — کہ اٹھتا تھا ہاتھوں سے اس کے فغاں

جواہر سے مینے کی ہیکل جڑی — کمر اور کولے کے نیچے پڑی
وفقط موتیون کی پڑی پاے زیب — کہ جس کے قدم سے گھر پاے زیب
کیسہ کے کہان ہاتھ وہ پانون آے — جواہر جہاں پانون پڑ پڑ کے جاے
سراپا اگر ہو زباں میرا تن — سراپا میں اُس کے کروں کیا سخن
سب اعضا بدن کے مُوافق دُرست — ہر ایک کام میں اپنے چالاک وچست
جہوں راستی چاہیئے راستی — کجی جس جگہہ چاہیئے واں کجی
وُہ نکھرا جسے دیکھہ مہ داغ کھاے — وُہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آے
جو کچھہ چاہیئے ٹھیک ناکہ سا ہے انگ — نزاکت بھرا سیوتی کا سا رنگ
کچھہ ایک سہانت اور کچھہ ایک بانکپن — غرض ہر طرح میں انوٹھی پھبن
کرشمہ ادا غمزہ ہر آن میں — غرض دلبری اُس کے فرمان میں
تغافل حیا ناز و شوخی غرور — ہر ایک اپنے موقع سے وقتِ ضرور
تبسم، تکلم، ترحم، ستم — مُوافق ہر ایک حوصلے کے گرم
وُہ ابرو کہ سرتاجِ ایوانِ حُسن — جُھکی شاخ نخلِ گلستانِ حُسن
نگہہ آفت و چشم عیشِ بلا — مژہ دے صفون کو اُلٹ بر ملا
دُرِ گوش جب اُس کا تابندہ ہو — صدف کا دلِ صاف شرمندہ ہو
وُہ بینی کہ جس کی نہاں کچھہ نظیر — ہی انگشتِ قدرت کی سیدھی لکیر

وہ رخسارِ نازک کہ ہو جائیے لال
اگر اس پہ بوسے کا گذرے خیال

نہیں رطب و یابس کا یہاں کچھ حساب
بیاضِ گلو سب کی سب انتخاب

وہ ساعد وہ بازو بھرے گول گول
برابر ہو الماس کے جس کا مول

وہ دستِ حنابستہ خوبی کے باب
شفق میں ہو جوں پنجۂ آفتاب

زبس مثلِ آئینہ تھا اس کا تن
کہے تو کہ تھی ناف عکسِ ذقن

کمر کو کہوں کیونکہ میں اس کی پیچ
نہ آوے نظر تو ہی قسمت کا پیچ

وہ زانو کہ آجائے گر اس پہ ہاتھ
تو پھر عمر بھر ہاتھ زانو کے ساتھ

وہ ساقِ بلوریں وہ اندازِ پا
پھرے ہر سحر چشم و دل میں سدا

قد و قامت آفت کا ٹکرا تمام
قیامت کرے جس کو جھک کر سلام

وہ اٹھکھیلیاں اور اس کی وہ چال
کہ دل جس سے عالم کا ہو پائمال

بنا کبک کیسی ہی گو چال لائے
کہاں پر وہ رفتار کو اس کی پائے

الگ چال اس کی کوئی کیا چلے
یہ انداز سب اس کے پاؤں تلے

عجب پشتِ پا صاف انگشتِ پا
کفِ پا دکھاوے [illegible] پشتِ پا

مغرق جواہر سے یک جفت کفش
نہ وہ مفتِ پا بلکہ پا مفتِ کفش

یہ قدرت کا دیکھا جو اس نے خیال
کہا شاہزادے نے یا ذوالجلال

درختوں سے وہ دیکھتا تھا یہاں
کسی کی نظر جا پڑی ناگہاں

یہہ چرچا جو پھیلا تو ظاہر ہوا ہر ایک حال سے اُس کے ماہر ہوا

یہ سُن ایک سے ایک واں سب کی سب بھرن برگِ گُل کی طرح غنچہ لب

جو دیکھیں تو شعلہ سا روشن ہی کچھ درختوں کا روشن سا آنگن ہی کچھ

کسی نے کہا کچھ نہ کچھ ہی بلا کسی نے کہا چاند ہی یہاں چھپا

کسی نے کہا ہی پری یا کہ جن کسی نے کہا ہی قیامت کا دِن

لگی کہنے ماتھا کوئی اپنا کوٹ ستارہ پڑا ہی فلک پر سے ٹوٹ

ہوئی صُبح شب کا گیا اُٹھ حجاب درختوں میں نکلا ہی یہہ آفتاب

کسی نے کہا دیکھیو ای بوا کھڑا ہی کوئی صاف یہہ مرد وا

کسی نے کہا یہہ تو دلدار ہی کسی نے کہا کچھ یہہ اسرار ہی

یہہ آپس میں باتیں جو ہونے لگیں اِشاروں سے گھاتیں جو ہونے لگیں

گئی بات یہہ شاہزادی کے گوش یہہ سُنتے ہی جلتا رہا اُس کا ہوش

کہا میں تو دیکھوں یہہ کہکر اُٹھی گیا سننا جی تو رہ کر اُٹھی

خواصوں کے کاندھے پہ دھر اپنا ہاتھ عجب ایک ادا سے چلی ساتھ ساتھ

کچھ ایک جھنجھل کھاتی ہوئی دھڑک اپنے دِل کی دکھاتی ہوئی

لئی ہمدمیں تھیں جو کچھ پڑھ پڑھیں دُعائیں وہ پڑھ پڑھ کے آگے بڑھیں

گئیں جب وے کر کے دِل اپنا کرخت وہاں جس جگہ تھے وے باہم درخت

لگیں جھانکنے سب کی سب وے شہر پر — یکایک نظر واں پڑا بے نظیر
جو دیکھا ہیں تو ہی ایک جوانِ حسین — کھڑا ہی وُہ آئینہ ساں مہ جبین
برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن — مُرادوں کی راتیں جوانی کا دِن
ہوئی پُشتِ لب سے مسوں کی نمود — بنا آتشِ لعل شیریں کا دود
گلے میں پڑا نیمہ شبنم کا ایک — بدن سے عیاں نور عالم کا ایک
تمامی کی سنجاف جلوہ کناں — کہ جوں عکسِ مہ زیرِ آبِ رواں
طرحدار ایک سر پہ پھینٹا سجا — تمامی کا پٹکا کمر سے بندھا
عجب پیچ سے پیچ بانٹے تھے مل — کہ ہر پیچ پر پیچ کھاتا تھا دل
جواہر کا تکمہ گلے میں لگا — ستارہ ہو جوں صبح کا جگمگا
وُہ موتی کی لٹکن زمرد کی ہر — لٹک جس کی زیبندہ دستار پر
وُہ گورا بدن صاف ترکیب دار — پھرے بند پر نورتن کی بہار
ایک الماس کی ہاتھ انگشتری — سراسر حنا دست و پا میں لگی
عیاں چستی و چالاکی گات سے — نمودِ جوانی ہر ایک بات سے
بدن آئینہ ساں دمکتا ہوا — گُل باغ خوبی مہکتا ہوا
اکڑ زلف کی اور کاکُل کا بل — جوانی کی شب کا سماں ہر محل
قیافے سے ظاہر سراپا شعور — جبیں پر برستا شجاعت کا نور

ولے عشق کی تیغ کھائے ہوئے
کھڑا دل کسی پر لگائے ہوئے

یہ دیکھا جو عالم تو غش کر گئیں
وہ جتنی کہ آئیں تھیں سو مر گئیں

شتابی سے جا کر کہا واں کا حال
کہ اے شاہزادیٔ صاحب جمال

عجب سیر تھی سیر مہتاب میں
یہ عالم تو دیکھا نہیں خواب میں

کہے سے ہمارے نہ مانو گی تم
جو دیکھو گی آنکھوں تو جانو گی تم

اُٹھا پاے گالوں کو جلدی نگار
نجاوے کہیں ہاتھ سے یہ بہار

نہیں اور کچھ تم نہ کیجو ہراس
چلی آؤ تک اِن درختوں کے پاس

گئی اُس جگہ جب یہ بدرِ منیر
اور اُس نے جو دیکھا شہِ بے نظیر

گئے دیکھتے ہی سب آپس میں مل
نظر سے نظر جی سے جی دل سے دل

غرض بے نظیر اور بدرِ منیر
پھرے دونوں آپس میں ہو کر اسیر

رہی کچھ نہ تن من کی سدھ بدھ اُسے
نہ کچھ اپنے تن کی رہی سدھ اُسے

تھی ہمراہ ایک اُس کی دختِ وزیر
نہایت حسین اور قیامت شریر

زبس تھی ستارا سی وہ دلربا
اُسے لوگ کہتے تھے نجم النسا

شتابی سے آ اُس نے چھڑکا گلاب
تب آئی تنوں میں ذرا اُن کے تاب

وہ اُٹھتے تو اُٹھی پہ حیران سی
کلی شبنم آلودہ گریان سی

وہ شہزادۂ دل شدہ تو ٹھٹک
وہیں رہ گیا نقشِ پا سا چپک

کہ وہ نازنیں کچھ جھجھک منہ چھپا ۔۔۔ کمر اور چوٹی کا عالم دکھا
چلی اس کے آگے سے منہ موڑ کر ۔۔۔ وہیں نیم بسمل اسے چھوڑ کر
وہ لٹری وشانے وہ پشت و کمر ۔۔۔ وہ چوٹی کا کولے پہ آنا نظر

داستان زلف اور چوٹی کی تعریف و صحبت اول کے بیان میں

پلا ساقیا ساغر مشکبو ۔۔۔ کہ ہے مجھ کو درپیش تعریف مو
سر شام سے دے یہاں تک شراب ۔۔۔ کہ مستی میں دیکھوں رخ آفتاب
کروں اس کے بالوں کا کیا میں بیاں ۔۔۔ نہ دیکھا کسی رات میں یہ سماں
وہ زلفیں کہ دل جس میں الجھا رہے ۔۔۔ الجھنے سے جی جن کے سلجھا رہے
وہ کنگھی وہ چوٹی گندھی صاف صاف ۔۔۔ کناری کا پیچھے چمکتا مباف
کہوں اس کی خوبی کا کیا رنگ ڈھنگ ۔۔۔ کہ جوں آخری شب ہو چھٹکے کا رنگ
نمایاں تھی یوں اوڑھنی سے جھلک ۔۔۔ کہ جوں ابر میں برق کی ہو چمک
مباف زری نے کیا ہی غضب ۔۔۔ دیا ہی گرہ دن کو دنبال شب
ستاروں میں گو سب سے ہی وہ اتار ۔۔۔ پہ کہتے ہیں چوٹی کا اس کو ستار
نہ ہو کیوں کہ چوٹی کا رتبہ بڑا ۔۔۔ کہ ایک نور ہی اس کے پیچھے پڑا
گل و سنبل اس پر سے قربان ہی ۔۔۔ کہ اس کی لٹک میں عجب آن ہی
لڑی تھی زبس سحر سے اس کی سانٹھ ۔۔۔ شب و روز کو دے رکھا اس نے گانٹھ

ولے ہاتھ آتا ہی اُس کا کتھن — کہ ہی فی الحقیقت وہ کالے کا من

اُلٹ کر نہ دیکھے اُسے ہوشیار — کہ وہ ایک ستارہ ہی دُنبالہ دار

وہ پیٹھ اُس کی شفاف آئینہ سان — تس اوپر وہ چوٹی کا پڑنا وہاں

کہوں اُس کے عالم کا کیا ماجرا — کہ جوں ہووے دریا پہ کالی گھٹا

بھری تھی دلوں سے زبس اُس کی مانگ — بہت دل ایسے اُتے کنگھی نے مانگ

دل عاشق اُس پر سے قربان ہی — کہ مشاطے کا سر پر احسان ہی

کشاکش میں تھا ورنہ جینا تو ہیچ — بھلے کو رکھا اُس نے ڈھیلا ہی پیچ

غرض حسن کا اُس کے ہی سب بھید — جو چاہے کرے وہ سیاہ و سفید

کرے شرح جو کوئی اُس میں مباف — کرے خون دل اپنا اُس کو معاف

کیا قتل گو اُس نے دل کو تو کیا — شفق کا نہیں شام پر خوں بہا

کہاں تک کہوں اُس کی چوٹی کی بات — کہ تھوڑا ہی سانپ اور بڑی ہی یہ رات

دیا شعر کو گرچہ ہر بار طول — ولیکن یہ ہو عرض میری قبول

بہت موشگافی جو کی میں نے یہاں — گھٹانے کی جا کچھ نہ تھی درمیاں

تس پر بھی جو پورا نہ پہنچی مثال — ہوئی ہی میری فکر مجھ پر وبال

اب اِس پیچ سے باہر آتا ہوں میں — یہاں ایک تازہ سُناتا ہوں میں

غرض وہ مری جب دکھا اپنے بال — تو گویا کہ مارا محبت کا جال

اداؤں سب اپنی دکھاتی چلی
چھپا منہ کو اور مسکراتی چلی

غضب منہ پہ ظاہر ولے دل میں چاہ
نہاں آہ آہ اور عیاں واہ واہ

یہ ہی کون کم بخت آیا جو یہاں
میں اب چھوڑ گھر اپنا جاؤں کہاں

یہ کہتی ہوئی آن کی آن میں
چھپی جاکے اپنے وہ دالان میں

دیا ہاتھ سے چھوڑ پردہ شتاب
چھپا ابر تاریک میں آفتاب

کہ اتنے میں آئی وہ دخت وزیر
فسوں پڑھ کے بولی کہ بدر منیر

مجھے چوچلے تو خوش آتے نہیں
تیرے ناز بیجا یہ بھاتے نہیں

میری طرف ٹک دیکھ تو لے ارے
مثل ہے کہ من بھائے منڈیا ہلائے

کیا ہے اگر تو نے گھایل اسے
تو مت چھوڑ اب نیم بسمل اسے

ٹک ایک حظ اٹھا زندگانی کا تو
مزا دیکھ اپنی جوانی کا تو

پی عیش کا جام اب نوش کر
غم دین و دنیا فراموش کر

یہ حسن و جوانی یہ جوش و خروش
غفور است ایزد تو ساغر بنوش

کہاں یہ جوانی کہاں یہ بہار
یہ جوبن کا عالم بھی ہے یادگار

سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

سبھی یوں تو دنیا کے ہیں کاروبار
ولے حاصل عمر ہے وصل یار

خوشا وہ زمانہ کہ دو ایک جگہ
کریں یک دگر جلوۂ مہر و مہ

کہاں چاہ والے ہیں یوسف عزیز ۔۔۔ اری باولی چاہ میں کر تمیز
ترے گھر میں آیا ہی مہماں غریب ۔۔۔ یہہ ہی وارِ واثِ عجیب و غریب
شتابی سے مجلس کو تیار کر ۔۔۔ تو اِس گل سے گھر رشکِ گلزار کر
بلا ساقیانِ گل اندام کو ۔۔۔ نگہہ ساتھہ گردش میں لا جام کو
شب و روز پی ملکے جامِ شراب ۔۔۔ مہہ و مہر کو رشک سے کر کباب
یہہ سن سنکے وہ نازنیں مسکرا ۔۔۔ لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا
میں سمجھی تیرا جی گیا ہی ادھر ۔۔۔ بہانے تو کرتی ہی کیوں مجھہ پہ دھر
لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ وش ۔۔۔ ہوئی تھی اُسے دیکھہ میں ہیں تو غش
مجھی پر تو چہرہ کا تھا تم نے نقاب ۔۔۔ بھلا میری خاطر بلاؤ شتاب
یہہ اپس میں رمزوں کی باتیں ہوئیں ۔۔۔ اِشاروں کی باہم جو گھاتیں ہوئیں
بلا لائی جا اُس جواں کنیز ۔۔۔ کیا میزباں میہماں کنیز
بلا ایک مکاں میں بٹھایا اُسے ۔۔۔ محل کا سماں سب دکھایا اُسے
پھر اُس نازنیں کا پکڑ اُس نے ہاتھ ۔۔۔ بٹھایا ہی لا آخر اُس گل کے ساتھ
پلا ساقیا مجھکو صہبائے عیش ۔۔۔ ملی ہی نصیبوں سے یہاں جائے عیش
بہم ملکے بیٹھے ہیں وہ رشکِ مہ ۔۔۔ قرانِ مہ و مہر ہی اِس جگہہ
ہر ایک برج رشکِ گلستاں ہی آج ۔۔۔ بہارِ وصالِ غریباں ہی آج

بزور اُس کو لاکر بٹھایا جو واں | نہ پوچھ اُس گھڑی کی ادا کا بیاں
وہ بیٹھی عجب ایک انداز سے | بدن کو چُرائے ہوئے ناز سے
مُنھہ آنچل سے اپنا چھپائے ہوئے | لجائے ہوئے شرم کھائے ہوئے
پسینا پسینا ہوا سب بدن | کہ جوں شبنم آلودہ ہو یاسمن
گھڑی دو تلک وہ مہ و آفتاب | رہے شرم سے پائے بندِ حجاب
اُنھوں کے رُکے بیٹھنے سے خفا | ہوئی دل میں اپنے وہ نجم النسا
گُلابی کو لا اُس کے آگے دھرا | پیالے کو پھر جلد اُس نے بھرا
کہا شاہزادی کو بیٹھی ہی کیا | پھر پیالا تو اِس بُت کے مُنھہ سے لگا
ذرا میری خاطر سے ہنس بول تو | لبِ لعلِ شیریں کو ٹک کھول تو
میں صدقے تیرے تجھہ کو میری قسم | کئی ساغر اِس کو پلا دمبدم
پھر دیکھہ اُس کی منّت پیالہ اُٹھا | اُدھر سے پھرا مُنھہ کو اور مُسکرا
کہا بادہ نوشی سے ہو جس کو ذوق | پئے وہ پیالہ نہیں اُس کا شوق
کہا شاہزادے نے ہنسکر کے یوں | پئیں میں کسی کے نہورے سے کیوں
غرض ہو کے آپس میں راز و نیاز | پئے دو پیالے بصد امتیاز
پھر آخر کو شہزادے نے بھی اُٹھا | دیا ساغر اُس مہ کے مُنھہ سے لگا
جب آپس میں چلنے لگے جام مل | مُندے غنچہ ساں دل کھلے مثلِ گُل

ہوئی یکدگر پھر تو تفتیشِ حال — لگے ہونے آپس میں قال و مقال
کھلا بند جس دم درِ گفتگو — جواں نے حقیقت کہی جو بجو
کہی اِبتدا سے جو گذری تھی سب — جتایا سب اپنا حسب اور نسب
پری کا بھی احوال ظاہر کیا — چھپے راز سے اُس کو ماہر کیا
کہا ایک پہر کی ہی رخصت مجھے — زیادہ نہیں اِس سے فرصت مجھے
یہ سُن دل ہی دل پیچ کھا پیچ تاب — دیا شاہزادی نے اُس کو جواب
مرو تم پری پر وہ تم پر مرے — بس اب تم ذرا مجھ سے بیٹھو پرے
میں اِس طرح کا دِل لگاتی نہیں — یہ بشرکت تو بندی کو بھاتی نہیں
میں سمجھی ہوں تم کو بہت دور ہو — چلو اب کہیں یہاں سے کافور ہو
عبث تم سے کیوں دِل لگاوے کوئی — بھلے چنگے دِل کو جلاوے کوئی
بہے شمع ساں کیوں کوئی اشک سے — جلے کس لیے آتشِ رشک سے
یہ سُن پانوں پر گر پڑا بے نظیر — کہا کیا کہو ہا آہ بدرِ منیر
کوئی لاکھ بنی ہے تو مجھ پر فدا — میں تجھ پر فدا ہوں مجھے اُس سے کیا
کہا چل سر اپنا قدم پر نہ دھر — کسی کے تجھے دِل کی کیا ہی خبر
یہ رمز و کنایے جو ہونے لگے — تو آپس میں ہنس ہنس کے رونے لگے
رہی دِل ہی میں آخرش دِل کی بات — پہنچ گئی اِتنے عرصے میں رات

خبر رات کی سن اُٹھا بے نظیر ‏ کہا اب میں جاتا ہوں بدرِ مُنیر

اگر قید سے چھوٹنے پاؤنگا ‏ تو پھر آج کے وقت کل آؤنگا

یہ مت سمجھیو ہوں میں آرام میں ‏ کروں کیا پھنسا ہوں عجب دام میں

دِل اِس جا سے اُٹھنے کو کرتا نہیں ‏ کوئی آپ سے جان مرتا نہیں

کرم مجھ پہ رکھیو ذرا میری جان ‏ میں دل چھوڑے جاتا ہوں اپنا یہاں

یہ کہہ اُس طرف وہ روانہ ہوا ‏ دِل اِس طرف اِس کا دیوانہ ہوا

گیا اپنے معمول سے بے نظیر ‏ ایدھر کا ہوا قیدی اودھر اسیر

پری ساتھ کاٹی وہ جوں توں کہ رات ‏ اُٹھا صُبح ملتا ہوا اپنے ہاتھ

سماں شب کا آنکھوں میں چھایا ہوا ‏ مزا دِل میں سارا سمایا ہوا

اُٹھے جو کوئی وصل کا دیکھ خواب ‏ نہ ہو وصل اور دِل کو ہو اضطراب

نئی بات کا لُطف پانا غضب ‏ وہ پہلے پہل دِل لگانا غضب

قلق دِل پہ [illegible] روز کب ‏ لے مُجھ سے شمعِ شب افروز کب

محبت میں زُلفِ سیہ فام کی ‏ لگا دیکھنے راہ پھر شام کی

وہ دِن ہجر کا روزِ شامت ہوا ‏ اُسے کاٹنا دِن قیامت ہوا

اِدھر کا تو احوال تھا اِس طرح ‏ کہا میں نے کر مُختصر جس طرح

ولے اب سُنو تم اُدھر کا بیاں ‏ ہوا طرف ثانی پہ کیا حال واں

وہ شب اُس کو اندوہ و غم میں کٹی
گھڑی جو کٹی سو الم میں کٹی

رہی صورت آنکھوں میں جو یار کی
ہوئی یاد میں صبح رخسار کی

کچھ امید دل میں کچھ ایک جی کو یاس
لبوں پر ہنسی لیک چہرہ اُداس

لگا اُس کو باتوں میں نجم النسا
لگی کہنے جی چاہتا ہے مرا

کہ تو آج کر خوب اپنا سنگار
مجھے حُسن کی اپنے دِکھلا بہار

لگی کہنے چل ری دِوانی نہ ہو
کوئی چیز اپنی بیگانی نہ ہو

کروں کس کی خاطر میں اپنا سنگار
وہ ہے کون جس کو دِکھاؤں بہار

غرض شاہزادی بہت دور تھی
یہ مشکل اُس کو پہلے ہی منظور تھی

نہا دھو کے اُس روز ایسی بنی
کہ دو دن کی سچ مچ ہو جیسی بنی

وہ مکھڑے کا عالم وہ کنگھی کا رنگ
شبِ ماہ ہو دیکھ کر جس کو دنگ

وہ مسّی اور اُس کی لبِ لعل فام
سوادِ دیارِ بدخشاں کی شام

وہ آنکھوں کا عالم وہ کاجل غضب
کہے تو پری نرگستاں میں شب

ستم تس پہ سُرمے کی تحریر سی
کھچی ہاتھ کافر کی شمشیر سی

لکھوٹا وہ پانوں کا مسّی کے ساتھ
کہ جوں دامنِ شب شفق کے ہو ہاتھ

وہ پشواز ایک ڈانک کی جگمگی
ستاروں کی تھی آنکھ جس پر لگی

اور ایک اوڑھنی جالی منقیش کی
پری چاندنی سی مہِ عیش کی

جو دیکھے وہ انگیا جواہر نگار — فرشتہ ملے ہاتھ بے اختیار
وہ باریک کرتی مثالِ ہوا — عیاں ہو بہو جس سے تن کی صفا
ڈھلک سرخ نیفے کی ابھری ہوئی — گلابی سی گرد اینٹ تہ دی ہوئی
جھلک پائجامے کی دامن سے یوں — کہ روشن ہو فانوس میں شمع جوں
مغرّق زریکا وہ شلوار بند — ثریا ہے تابندگی میں دوچند
تری پانوں میں کفش زرّین نگار — ستاروں کی جس کے زمیں پر بہار
نگاپا سے وہ نازنیں تا بفرق — سراپا جواہر کے دریا میں غرق
کتھی ہوئی وہ ترکیب اور وہ بدن — وہ پوشاک و زیور کی اُس پر پھبن
وہ چھب تختی اُس کی نزاکت نژاد — چمن زارِ قدرت کا نخلِ مراد
بھری مانگ موتی سے جلوہ کناں — نمایاں شبِ تیرہ میں کہکشاں
وہ ماتھے پہ بینے کی اُس کے جھلک — سحر چاند تاروں کی جیسی چمک
ہوس ہو نہ دیکھ اُس کے زیور کو پھر — کہے تو کہ ٹیکا تھا سب اُس کے سر
وہ بالے کی تابندگی زیرِ گوش — جسے دیکھ اُڑ جائیں بجلی کے ہوش
وہ ہیرے کا تکمہ بصداب وتاب — وہ صبحِ گلو مطلعِ آفتاب
وہ تکمے پہ چنپا کلی کی پھبن — کہ سورج کے آگے ہو جیسے کرن
وہ چھاتی پہ الماس کی دُھکدُھکی — رہے آنکھ سورج کی جس پر جھکی

وہ موتی کے مالے لٹکتے ہوئے ۔ رہیں دل جہاں سر پٹکتے ہوئے
وہ الماس کی ہیکل ایک خوشنما ۔ تصوّر رہے جس کا دل سے لگا
وہ نوبند بازو کے اور نورتن ۔ کہ جوں گُل سے ہو شاخ زیبِ چمن
وہ پُہنچی زمرّد کی اور دست بند ۔ نزاکت میں تھی شاخِ گُل سے دوچند
وہ لعلوں کی پازیب آویزہ دار ۔ سدا اشتابِ خوبی ہو جس پر نثار
وہ مینے کے پاؤں میں چھلّے تھے گُل ۔ کہ آنکھوں سے دل اُن پہ کھاتے تھے گُل
وہ بالوں کی بو رشکِ مُشکِ ختن ۔ وہ ڈوبا ہوا عطر میں تن بدن
زمیں سے مُعطّر ہوا تا فلک ۔ زمانہ گیا اُس کی بو سے مہک
کیا اِس طرح کا جب اُس نے سنگار ۔ ہوئے مہر و مہ اُس کے مُنھ پر نثار
فلک تک گئی حُسن کی اُس کے دھوم ۔ لیا ہاتھ مشّاطے نے اپنا چوم
خواصوں نے گھر کو دیا اِنتظام ۔ تمامی کے پردے لگائے تمام
بچھا فرش اور کر چھپر کھٹ کو صاف ۔ مُرصّع کا اُس پر اُڑھا کر غلاف
وہ نرگس کے دستے جو آفاق میں ۔ نہ نکلیں سو لاکر چُنے طاق میں
وِلایت کے میوے دھرے ہر طرف ۔ کہ لبھاوے بو اُن کی گُل پر شرف
دھرے لکھلخے جو اُس ایوان میں ۔ ہوا ہو گئی عطر دالان میں
دھریں ایک طرف کیاریاں بے شمار ۔ چُنی ایک طرف ڈالیوں کی قطار

چھپر کھٹ کے پاس ایک مسند بچھا ۔۔۔ اور اُس پر تمامی کے تکیئے لگا
چنگیریں بنا اور رکھہ پاندان ۔۔۔ قرینے سے اُس میں رکھے ار پان
مُرصع کے تھے عطر دان کئی دھرے ۔۔۔ انوٹھی گھڑت کے کئی چوگھڑے
سرہانے مُجلّد دھری ایک کتاب ۔۔۔ ظُہوری نظیری کا کُل اِنتخاب
قلمدان بھی ایک نزاکت بھرا ۔۔۔ قرینے سے زیرِ چھپر کھٹ دھرا
دھری ایک بیاض اور رشکِ چمن ۔۔۔ پُراز شعرِ سودا و میر و حسن
دھرا ایک طرف گنجفہ خوش قماش ۔۔۔ دھری چوپڑ ایک طرف کو غم تراش
بچھی ایک چوکی پرا تورہ پوش ۔۔۔ کریں دیکھہ کر غش جسے بادہ نوش
صُراحی و ساغر شراب و کباب ۔۔۔ دھرا اُس پہ ساقی نے کر انتخاب
ولے اُس کو رکھا چھپائے ہوئے ۔۔۔ کہ چھپتی نہیں مُنھہ لگائے ہوئے
کہا خاصہ پز کو خبردار کر ۔۔۔ کہ رکھیو تو خاصے کو تیار کر
یہہ سب کچھہ ہوا جب کہ آراستہ ۔۔۔ خراماں ہوئی سروِ نوخاستہ
سرِ شام لے ہاتھہ میں ایک چھڑی ۔۔۔ ولیکن چھڑی وہ کہ جُگنوں جڑی
روِش پر لگی پھرنے ایدھر اُدھر ۔۔۔ کہ چھپ جائے سورج اُسے دیکھہ کر

داستان دوبارہ بینظیر کے آنے اور باہم بیتکلف مُلاقات کرنے کی

پِلا مُجھہ کو ساقی شرابِ وصال ۔۔۔ کہ اب ہجر سے تنگ ہی میرا حال

تڑپھتا تھا اودھر جو وہ بے نظیر ۔ ہوئی شام بارے تو چھوٹا اسیر
پر اُس نے بھی اتنا تکلف کیا ۔ کہ ایکدن میں جوڑے کو دھانی رنگا
تمامی کی سنجاف کر کے درست ۔ بنا جلد جلد اور پہن تنگ و چست
پہن لعل و یاقوت کے نو رتن ۔ وہ گل اِسطرح ہو کے رشکِ چمن
فلک سیر پر ہوتے ہی سوار ۔ ہوا آسمان پر ہوا ایکبار
یکایک جو وارد ہوا اُس جگہہ ۔ کہ جس جا خراماں تھی وہ رشکِ مہ
نظر ناظر نیں کی جو اُس پر پڑی ۔ ہوئی جا درختوں کے اوجھاں کھڑی
کیا چھپ کے عالم پہ اُس کے جو دھیان ۔ تو دیکھا عجب رنگ سے وہ جوان
کہ دھانی ہی جوڑا گلے میں پڑا ۔ چھپا سبزے میں چاند سا ہے کھڑا
کہے تو کہ شب چاندنے آن کے ۔ نکالا تھا منہہ کھیت سے دھان کے
وہ حسن اور پوشاک اور وہ شباب ۔ زمرد میں جوں جلوۂ آفتاب
سماں دیکھہ اُس شعلۂ سبز کا ۔ ہوئی اور جلنے کی اُس کو ہوا
خواصیں جو تھیں دم بخود جان کر ۔ کہا ایک ہمراز نے آن کر
کہ اب کس طرف اِن کو لیجائیے ۔ جہاں حکم ہو جا کے بٹھلائیے
کہا وہ جو آراستہ ہی مکان ۔ اِدھر سے تو دونوں ہو کے لیجا وہاں
کہے کے بموجب اُٹھا کر نقاب ۔ چھپا اُس کو لاکر بٹھا یا شتاب

وہ بیٹھا جو خلوت میں آ بے نظیر
در ایدھر سے آئی جو بدرِ منیر

اسے دیکھ اس نے تو پھر غش کیا
لباس اور زیور سے عش عش کیا

زبس حوصلے نے جو تنگی سہی
حیا عشق نے خانہ جنگی سی کی

پکڑ ہاتھ مسند پہ کھینچا اسے
محبت کے رشتے میں اینچا اسے

لگی کہنے ہو ہی میرا چھوڑ ہاتھ
یہ گرمی ہی جس سے رہے اس کے ساتھ

اری ظالم ایک دم تو تو بیٹھ جا
ذرا میرے پہلو سے تابہ لگا

تڑپھتا ہی کب سے پڑا میرا دل
ذرا کھول آغوش اور مجھ سے مل

غرض آخرش بعد راز و نیاز
وہ مسند پہ بیٹھی بصد امتیاز

ہوا پھر جو صہبائے گلگوں کا دور
ہوا اور ہی اور کچھ وہاں کا طور

ہوئے جب وے بدمست وہ ماہ رو
لگی ہونے ان میں عجب گفتگو

کر دیتے جو نرگس کے تھے وہاں ہزار
لگے ڈھانپنے آنکھ بے اختیار

خواصیں جو تھیں روبرو ہٹ گئیں
بہانے سے ہر کام کے بٹ گئیں

غرض رفتہ رفتہ وہ مدہوش ہو
چھپر کھٹ میں لیٹے ہم آغوش ہو

لگے پینے باہم شراب وصال
ہوا نخلِ امید سے وہ نہال

لبوں سے ملے لب دہن سے دہن
دلوں سے ملے دل بدن سے بدن

ملیں آنکھ سے آنکھ خوشحال ہو
گئیں حسرتیں دل کی پامال ہو

لگی جا کے چھاتی جو چھاتی کے ساتھ ۔ چلے ناز و غمزے کیے آپس میں ہاتھ
کسی کی گئی چولی آگے سے چل ۔ کسی کی گئی چین ساری نکل
غم و درد دامن کشیدہ ہوئے ۔ وہ گل نا رسیدہ رسیدہ ہوئے
لیا کھینچ اُنھوں نے جو پردا شتاب ۔ چھپے ایک ہو دو مہ و آفتاب
لگی ہونے بے پردہ جو چھیڑ چھاڑ ۔ درِ حُسن کے کھُل گئے دو کواڑ
اُٹھے پی کے باہم شرابِ اُمید ۔ کوئی سُرخ رو اور کوئی روسفید
چھپر کھٹ سے باہر رکھا اپنے قدم ۔ نکل آئے بھرتے محبّت کا دم
نشے سے وُہ لذّت کے بیہوش ہو ۔ گئے بیٹھ مسند پہ خاموش ہو
عرق میں اِدھر غرق وُہ مہ جبیں ۔ کیے نیچی آنکھیں اُدھر نازنیں
یہ بیٹھے تھے خوش ہو کے باہم اِدھر ۔ کہ اِتنے میں اودھر سے باجا پہر
پہر کے وُہ بجتے اُٹھا بے نظیر ۔ ہوئی غم کی تصویر بدرِ مُنیر
نہ بولی نہ کی بات نے کچھ کہا ۔ نہ دیکھا اُدھر آنکھ اپنی اُٹھا
کہا مُجھ سے پیاری نہ بیزار ہو ۔ پھر آونگا بولی کہ مُختار ہو
خفا ہونے سے اُس کے وُہ نوجواں ۔ گیا تو ولے مُنہ پہ آنسو رواں
ہوئے دل جو دونوں کے آپس میں بند ۔ لگی ہجر سے جی پر آنے گزند
بندھا پھر تو معمول اُس کا مُدام ۔ کہ ہر روز آنا اِدھر اُس کو شام

پھر رات تک ہنسنا اور بولنا
درِ عشق اور حُسن کو کھولنا

کبھی ہجر سے اُن کو ہونا ملول
کبھی وصل سے بیٹھنا پھول پھول

پیالا جلد ساقی مجھے بھر کے جام
کہ ہی چرخ بھی درپی انتقام

یہہ دونوں کو ایک جا بٹھاتا نہیں
کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں

یہہ ہی دُشمنِ وصل و دل سوزِ ہجر
کرے ہی شبِ وصل کو روزِ ہجر

جُدائی اُنھوں کی خوش آئی اسے
یہہ اتنی بھی صُحبت نہ بھائی اسے

کسی دیو نے دی پری کو خبر
کہ معشوق عاشق ہوا اور پر

یہہ سُنکر وہ شُعلہ بھبوکا ہوئی
لگی کہنے ایش یہہ بلا کیا ہوئی

قسم مُجھ کو حضرت سُلیمان کی
ہوئی دُشمن اب اُس کی میں جان کی

کہا دیو سے دے مجھے تو بتا
کہا وہ کسی باغ میں تھا کھرا

کوئی نازنین سی تھی ایک اُس کے ساتھ
کھری تھی دئے ہاتھ میں اُس کے ہاتھ

قضارا اُڑا میں جو ہو کر اُدھر
وہ دونوں مُجھے واں پرے تھے نظر

یہہ اُڑتی سی اُس کی خبر سُن پری
کہا دیکھنے پاؤں اُس کو ڈری

تو کہا جاؤں کیچا اُسے موت ہو
لگی ہی مری اب تو وہ سوت ہو

وہ آوے تو آگے مرے نابکار
گریباں کو اُس کے کروں تار تار

یہی قول و اقرار تھا میرے ساتھ
بھلا دامن اُس کا ہی اور میرا ہاتھ

ہمارے بزرگوں نے سچ ہی کہا — کہ ہیں آدمی زاد کل بے وفا

غضبناک بیٹھی تھی یہہ تو اُدھر — کہ اِتنے میں آیا وُہ رشکِ قمر

اُسے دیکھہ غصے میں وُہ ڈر گیا — کہی تو کہ جیتے ہو جی مر گیا

بلاسی وُہ دیکھہ اُس کے پیچھے لگی — کہا سُن تو ای موذی و مدعی

تجھے سیر کو میں نے گھوڑا دیا — کہ اُس مالزادی کو جوڑا دیا

الگ ہم سے یوں رہنا اور چھوٹنا — یہہ اوپر مرے اوپر مزے لوٹتا

مچاتگا دیا تھا نہ تو نے یہی — بھلا اُس کا بدلا نہ لوں تو سہی

پھرا جیسے راتوں کو دل شاد تو — کریگا دِنوں کو بہت یاد تو

مزا چاہ کا دیکھہ اپنی ذرا — جھنکاتی ہوں کیسے کوئی رہ بھلا

تجھے جی سے ماروں تو کیا ای غریب — ولے چاہتے تھے یہ تیرے نصیب

کہ چاہِ الم میں پھنساؤں تجھے — ہنسا ہی تو جیسا رولاؤں تجھے

یہہ کہہ اور بلا ایک پری زاد کو — کہا سُنیو اِس کی نہ فریاد کو

اِسے کو سنپتا یہاں سے لیجا شتاب — وُہ صحرا جو ہی درد و محنت کا باب

کوا اُس میں جو ہی مصیبت بھرا — کئی من کا پتھر ہی اُس پر دھرا

اِسے جاکے اُس چاہ میں بند کر — وہی سنگ پھر اُس کے منہہ پر تو دھر

سرِ شام کھانا کھلانا اِسے — اور ایک جام پانی پلانا اِسے

مدد بجز سوا اِس کے جو کچھ کہے | یہی اِس کا معمول دایم رہے
گری اس پہ جو آسمانی بلا | دِل اُس نازنیں کا ہوا ہو چلا
یہہ سن دیو اُس گل کے نزدیک آ | پکڑ ہاتھہ اُس کا فلک پر اُڑا
ہوا یاوں جو اُس بختِ وارُوں کا اَوج | چلی آہ و نالے کی ساتھہ اُس کے فوج
کہا دِل یہہ رُتبہ جو کچھہ آج ہی | یہی عِشق کی جان معراج ہی
کیا بند پھر جا کے اُس چاہ میں | گیا وُہ جو تھا قاف کی راہ میں
وُہ یوسف کوئے میں ہوا جب کہ بند | ہوا اُسے پستی کا رُتبہ بُلند
کھُلے اُس کوئے کے یکایک نصیب | کہ آیا وُہ اُس میں مہِ دِل فریب
مُنوّر وُہ گھر اُس کا سارا ہوا | کوئے کی وُہ پُتلی کا تارا ہوا
اندھیرا پڑا تھا سو روشن ہوا | شبِ تیرہ میں سانپ کا من ہوا
ولے پانوں جب اُس کا تہہ پر گیا | گیا اُس کے اندوہ سے بھر گیا
زمیں میں سمایا تحیّر سے آب | گئے سوکھہ آنسو کوئے کے شتاب
ہوا واں سے اوپر گئی کانپ کانپ | کوئے نے لیا سنگ سے مُنہہ کو ڈھانپ
دِل اُس نازنیں کا دھڑکنے لگا | جِگر ٹکڑے ہو کر پھڑکنے لگا
اندھیرے اُجالے نہ نِکلا تھا جو | ہوا قید آ اُس اندھیرے میں سو
نِکلنے کی سوجھی نہ واں اُس کو راہ | ہوا اُس کی آنکھوں میں عالم سیاہ

فغان کی بہت اور پکارا بہت — سر اپنے کو ہر طرف مارا بہت
پکارا وہ جس تس کو فریاد کر — نہ پہنچا کوئی کاروان بھی اُدھر
نہ مونس نہ غمخوار اُس کا کوئی — نہ تھا جز خدا یار اُس کا کوئی
وہی چاہِ تاریک اُس کا رفیق — وہی سنگ سر پر بجائے شفیق
ہوا بھی نہ واں جتنے کچھ دہاں ہو — کوئے کی سُنے کون آواز کو
کواہی مُدام اُس کا ہمدم رہے — جو اُسے سُنے وہی اُسے کہے
کوا اُس کو پوچھے وہ پوچھے اُسے — اندھیرے سوا کچھ نہ سوجھے اُسے
سیاہی میں جیسے وہ کافر کا دِل — صعوبت میں اُسے جہنم خجل
نہ شب کی سیاہی نہ واں دِن کا نور — سدا ظلمتِ غم کا اُس جا ظہور
غم و دردِ اُلفت کو کھا کھا جیے — لہو پانی اپنا کوئے میں پیئے
اِس اندھیر کو کیا لکھوں اب میں آہ — قلم کے نکلتے ہیں آنسو سیاہ
نہ تھا وہ کوا تھا ستونِ الم — نشانِ شبِ آفت و درد و غم
کروں مختصر یہاں سے اِس غم کی بات — لکا رہنے اُس میں وہ آبِ حیات
نہیں مخلصی سوجھتی اب اُسے — نکالے خدا دیکھیے کب اُسے
پھنسا اِس طرح سے جو وہ بے نظیر — ہری بے قراری میں بدرِ منیر
بہم دونوں دلوں میں جو ہوتی ہے چاہ — تو ہوتی ہے دل کیتئیں دل سے راہ

قلق وہاں جو گذرا تو یہاں غم ہوا   رُکا جی وہاں یہاں خفا دم ہوا
کئی دِن جو آیا نہ وہ رشکِ ماہ   نظر میں ہوا اُس کی عالم سیاہ
لگی کہنے نجمُ النسا سے بوا   خُدا جانے اُس شخص پر کیا ہوا
کہا اُس نے بی تم کو سودا ہی کچھ   وُہ معشوق ہی اُس کو پروا ہی کچھ
خُدا جانے کِس شغل میں لگ گیا   میری چِڑ ہی اِتنا بھی ہونا فِدا
وُہ رہ رہ کے تُم کو دِلاتا ہی چاہ   عبث آپ کو تُم کرو مت تباہ
رُکے جو کوئی اُس سے رُک جائیے   جُھکے آپ سے وُہ تو جُھک جائیے
تفوّل بھلا کچھ نکالا کرو   ذرا آپ کو تُم سنبھالا کرو
یہہ سُن چُپ رہی دِل میں کھا پیچ و تاب   دیا کچھ نہ اِس بات کا پھر جواب
گئے اُس پہ جب دِن کئی اور بھی   بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی
دِوانی سی ہر طرف پھرنے لگی   درختوں میں جا جا کے گرنے لگی
ٹھہرنے لگا جان میں اضطراب   لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب
تپِ ہجر گھر دِل میں کرنے لگی   دُرِ اشک سے چشم بھرنے لگی
خفا زِندگانی سے ہونے لگی   بہانے سے جا جا کے سونے لگی
تپِ غم کی شِدّت سے پھر کانپ کانپ   اکیلی لگی رونے مُنہہ ڈھانپ ڈھانپ
نہ اگلا سا ہنسنا نہ وُہ بولنا   نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا

جہاں بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے | محبت میں دن رات گھٹنا اُسے
کہا گر کسی نے کہ بی بی چلو | تو اُٹھنا اُسے کہکے ہاں جی چلو
جو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہی | تو کہنا یہی ہے جو احوال ہی
کسی نے جو کچھ بات کی بات کی | پہردن کی جو پوچھی کہی رات کی
کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے | کہا خیر بہتر ہی منگوائیے
کسی نے کہا سیر کیجے ذرا | کہا سیر سے دل ہی میرا بھرا
جو پانی پلانا تو پینا اُسے | غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے
نہ کھانے کی سدھ اور نہ پینے کا ہوش | بھرا دل میں اُس کے محبت کا جوش
چمن پر نہ مایل نہ گل پر نظر | وہی سامھنے صورت آٹھوں پہر
نہفتہ اُسی سے سوال و جواب | سدا رو برو اُس کے غم کی کتاب
جو آجائے کچھ ذکر شعر و سخن | تو پڑھنا یہ دو تین شعر حسن

غزل

یہہ کیا عشق آفت اُٹھانے لگا | میرے دل کو مجھ سے چھڑانے لگا
ملا میرے دلبر کو مجھ سے خدا | نہیں تو میرا جی ٹھکانے لگا
گنہ چشم خونبار کا کچھ نہیں | میرا دل ہی مجھ کو ڈبانے لگا
فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا | کہ جس کے عوض یوں رلانے لگا

نہیں مجھ کو دشمن سے شکوہ حسن
میرا دوست مجھ کو ستانے لگا

غزل یا رُباعی و یا کوئی فرد | اُسی ڈھب کی پڑھتا کہ ہو جس میں درد
سو یہ بھی جو مذکور نکلے کہیں | نہیں تو کچھ اس کی بھی خواہش نہیں
سبب کیا کہ دل سے تعلّق ہی سب | نہ ہو دل تو پھر بات بھی ہی غضب
گیا ہو جب اپنا ہی جیوڑا نکل | کہاں کی رُباعی کہاں کی غزل

داستان بدرِ منیر کے غم و اندوہ میں اور حسن بائی کے بلانے میں

گلابی میں غنچے کی بھر کر شتاب | پلا ساقیا کیفی کی شراب
پیالے میں نرگس کے دے میری جان | کہ دیکھوں میں کیفیتِ بوستان
حکایت کروں ایکدن کی رقم | کہ دُنیا میں توام ہیں شادی و غم
اُسی سو تے ایکدن وہ رشکِ پری | کہاں جا کے دیکھوں ہے کو زری
مگر غنچہ ساں کچھ کھلے میرا دل | کہ غم نے کیا ہی نپٹ مضمحل
زبس گل سے آتی ہی بو یار کی | ہوا پھر ہوئی اُس کو گلزار کی
پھر ایکدن تھا کہ منھ ہاتھ دھو | چلی اُٹھ کے دالان سے سیر کو
زمرد کا مونڈھا چمن پر بچھا | وہ بیٹھی عجب آن سے دلربا
کہ زانو پہ ایک پانو کو رکھ لیا | اور ایک پانو مونڈھے سے لٹکا دیا

نہ پوچھ اُس کے پائے نگارین کا حال
زباں حنا وصف میں جس کے لال

کفک اور بندق سے لالہ کو داغ
تھا ایسی کیفیت پائیں باغ

طلائی کڑے اور کفک کا وہ رنگ
سنہری شفق جس کو ہو دیکھ دنگ

جواہر کے چھلے بھرے پور پور
زری کی ٹکی جیسے مخمل پہ قور

زلفیں سنوتے اُٹھی تھی وہ نازنیں
پڑی تھی عجب ڈھب سے چینِ جبیں

خماری وہ آنکھیں وہ انگڑائیاں
وہ جوبن کے عالم کی سرسائیاں

جوانی کا موسم شروعِ بہار
وہ سینے سے جوبن کا اُس کے اُبھار

نشے میں وہ آ حسن کے بیٹھنا
وہ چھب تختی اپنی کو دیکھ اینٹھنا

خواص ایک حقہ لیئے تھی کھڑی
کہ لالہ کی پتی تھی اُس میں پڑی

وہ شیشے کا حقہ مرصع کا کام
مغرق زری کا وہ نیچہ تمام

ولے ایک اُس پر پڑا تھا جو پیچ
یہ سب اُس کے آگے تھا گویا کہ ہیچ

لبِ نازنیں تک پہ وہ منہ نال دھر
لگا لے تھی پردے میں دودِ جگر

اِدھر اور اُدھر ہر طرف تھی نگاہ
کسی کی کوئی جیسے تکتا ہو راہ

خواصیں کھڑی اُس کے سب گرد و پیش
جو تھیں اپنے عہدے پہ حاضر ہمیش

کوئی مور چھل لے کوئی پیکدان
کوئی لے چنگیر اور کوئی ہار پان

رسیلی چھبیلی بنی تنگ و چست
لباس اور زیور سے ہر ایک درست

کھڑیں نیچے آنکھیں کیئے باادب ‏ ‏ اُسی شرم سے ہر قیامت غضب
وُہ آنکھیں کہ کرتی تھی جیدھر نگاہ ‏ ‏ اُدھر عشق میں آتے دِل کر کے آہ
کئی ہمدم اُس کی جو تھیں ماہ رو ‏ ‏ بچھائے ہوئے گرد پان سو بسو
برابر برابر اِدھر اور اُدھر ‏ ‏ وُہ گرد اُس کے بیٹھیں تھیں باہمدگر
سماں اُس گھڑی کا کہوں کیا میں آہ ‏ ‏ ستاروں میں آوے نظر جیسے ماہ
عجب حُسن تھا باغ میں جلوہ گر ‏ ‏ کہ ہر گُل کی تھی اُس کے مُنھ پر نظر
چمن اُس گھڑی بر سر جوش تھا ‏ ‏ گُل و غنچہ جو تھا سو بیہوش تھا
زبس عطر میں تھی وُہ ڈوبی ہوئی ‏ ‏ دو بالا ہر ایک گُل کی خوبی ہوئی
مُعطّر ہوا اور گُل کا دماغ ‏ ‏ کہ مہکا تمام اُس کی خوشبو سے باغ
پڑا عکس جو اُس کا طرفِ چمن ‏ ‏ ہوا لالہ گُل اور گُل نسترن
درختوں پر اُس کی پڑی جو جھلک ‏ ‏ زمرد کو دی اور اُس نے چمک
ہوئی اُس کے بیٹھے سے گُلشن کو زیب ‏ ‏ گیا اُڑ صبا کا بھی صبر و شکیب
چمن نے جو اُس گُل کی دیکھی بہار ‏ ‏ ہوا دیکھ اپنے گُلوں کو فگار
گُل و غنچہ و لالہ آپس میں مِل ‏ ‏ لگے کہنے اِس باغ کا تھا یہہ دِل
گئی جی سے بُلبُل کے گُلشن کی چاہ ‏ ‏ ہوئی سرو کی شکل قمری کو آہ
ہوئے واں کے آئینہ دیوار و در ‏ ‏ وُہ مہ سب کے دِل میں ہوئی جلوہ گر

که آئینے میں کچھ جی میں جو آگیا
ادا سے لگی کہنے وہ دلربا

اری کوئی ہی وہاں ذرا جائیو
مری حسن بائی کو لے آئیو

عجب وقت ہی اور عجب ہی سماں
گھڑے دو گھڑی آکے مجرا یہاں

خفا ہون میرا جی بھی مشغول ہو
کوئی دم تو داغ جگر پھول ہو

کسی طرح سے دل تو لگتا نہیں
جلے ہی جگر دل سلگتا نہیں

یہ سنتے ہی دوڑی گئی یک نگار
لیا حسن بائی کو اس نے پکار

وہ آنے لگی کافر اس آن سے
کہ جانے لگا جی مسلمان سے

عجب حال سے وہ چلی نازنیں
کہ مستی میں پانون کہیں کا کہیں

وہ خلقت کی گرمی وہ دامن ونا
نشے میں بھبھوکا سا چہرہ بنا

لٹیں منھ پہ چھوٹی ہوئیں سربسر
کہ بدلی ہو جوں مہ کے ایدھر اودھر

وہ بن پونچھی ہونٹھوں کی مستی غضب
کہ منھ پر تھی گویا قیامت کی شب

وقط دیکھنے میں ایک بالا پڑا
کہو تو کہ تھا مہ کے ہالا پڑا

وہ شلوارِ اگری وہ نرگس کا ہار
وہ کمخواب کی بند رومی ازار

بندھا سر پہ جوڑا پڑی زرد شال
کمر کی لچک اور مٹک کی وہ چال

وہ شبنم کی انگیا بنی تنگ و چست
کناروں پہ مینا بنت کا درست

وہ اٹھی ہوئی چین شلوار کی
وہ مسکی ہوئی چولی انداز کی

وہ مہندی کا عالم وہ توڑے چھڑے ‏ ‏ وہ پانوں میں سونے کے دو دو کڑے
چلی واں سے دامن اٹھاتی ہوئی ‏ ‏ کڑے سے کڑے کو بجاتی ہوئی
عجب ایک عالم تھا بے ساختہ ‏ ‏ کہ عالم تھا ایک اس پہ جاں باختہ
کبھی کافرجی اور کبھی دلنواز ‏ ‏ لیے ساتھ ساتھ اس کے سب اپنے ساز
چلی ایک اعجاز اور ناز سے ‏ ‏ کھڑی ہوئیں واں ایک انداز سے
روش پر جو تھا فرش اس کے حضور ‏ ‏ ادب سے واں بیٹھیاں دور دور
ہوا حکم گودی کا جو برملا ‏ ‏ لیے ساز اپنے سبھوں نے اٹھا
دیا آسماں پر جو طبلوں کو کھینچ ‏ ‏ ہر ایک تھاپ میں دل لیا سب کا اینچ
لگی گانے تپا وہ اس آن سے ‏ ‏ لگانے لگی جان ہر تان سے
عجب تان پڑتی تھی انداز سے ‏ ‏ کہ بیکل تھی ہرنی آواز سے
وہ تھی گت کی کرنی یا لڑی نور کی ‏ ‏ مسلسل تھی ایک پھلجھڑی نور کی
گل و غنچہ کی طرح محبوب تھی ‏ ‏ کھلی اور مندی دل کی مرغوب تھی
غرض کیا کہوں اس کا میں ماجرا ‏ ‏ عجب طرح کی بندھ گئی تھی ہوا
وہ گانے کا عالم وہ حسن بتاں ‏ ‏ وہ گلشن کی خوبی وہ اس کا سماں
گھڑی چار دن باقی اس وقت تھا ‏ ‏ سہانا ہر ایک طرف سایا ہوا
درختوں کی کچھ چھاؤں اور کچھ وہ دھوپ ‏ ‏ وہ دھانوں کی سبزی وہ سرسوں کا روپ

لپٹتے ہوئے پودوں پر تمام
روپہری سنہری ورق صبح و شام

وہ لالہ کا عالم ہزاروں کا رنگ
وہ آنکھوں کے ڈورے نشے کی ترنگ

گلابی سا ہو جانا دیوار و در
درختوں سے آنا شفق کا نظر

وہ چادر کا چھٹنا وہ پانی کا زور
ہر اک جانور کا درختوں پہ شور

وہ سرو سہی اور وہ آب رواں
وہ مستی سے پانی کا پھرنا وہاں

وہ اترتی سی نوبت کی دھیمی صدا
کہیں دور سے گوش پڑتی تھی آ

وہ رقص بتاں اور وہ ستھری الاپ
وہ گوری کی تانیں وہ طبلوں کی تھاپ

وہ دل پیٹنا ہاتھ پر دھر کے ہاتھ
اچھلنا وہ دامن کا ٹھوکر کے ساتھ

نہ انساں کا ہی تھا دل اُس میں بند
ہوئے محو سنکر چرند و پرند

غرض جو کھڑی تھی کھڑی رہ گئی
اڑی جس جگہ سو اڑی رہ گئی

جو پیچھے تھی آگے نہ وہ چل سکی
جو بیٹھی تھی سو بیٹھی نہ پھر ہل سکی

لگی دیکھنے آنکھ نرگس اُٹھا
گلوں نے دیئے کان ادھر لگا

لگے جھانے آ وجد میں سب درخت
کھڑے رہ گئے سرو ہو کر کرخت

درختوں سے گرنے لگے جانور
بنے مثل آئینہ دیوار و در

ہوئی قمریاں شوق سے نعرہ زن
بھرا اشک سے بلبلوں کے چمن

ہوئے نہر کے سنگ پانی پگھل
پڑے سارے فوارے اُس کے اچھل

عجب راگ کو بھی دیا ہی اثر — کہ ہو جاوے پتھر کا پانی جگر

بندھا اس طرح کا جو اس جا سماں — ہوا سب کے دل کا عجب حال واں

لگا تھا زبس عشق کا اس کو تیر — لگی کھینچنے آہ بدر منیر

بندھا اس کو عاشق کا اپنے خیال — لگی رونے آنکھوں پہ دھر کر رومال

کہیں کا کہیں لے اڑا اس کو راگ — ہوا سنتے ہوتی اور دونی وہ آگ

لگی کہنے ہی یہ دیکھوں میں سیر — نہ ہو پاس میرے وہ یادش بخیر

وہی جانے ہو جس کے کچھ دل کو لاگ — کہ معشوق بن سب ہی گلزار آگ

بھلا کیوں کہ جی اس کا خوش حال ہو — کہ ہجراں کا غم جس کے دنبال ہو

جگر میں اگر آہ کی سول ہو — لگے خار کیسا ہی گو پھول ہو

درختوں کی عالم سے کیا ہو نہال — جسے یاد شمشاد کی ہو کمال

کرے گلشن و گل پہ کیا وہ نظر — جسے اپنے گل کی نہ ہووے خبر

یہ کہکر اٹھی واں سے وہ دلربا — چھپر کھٹ میں جا کر گری منہ چھپا

خوشی کا جو عالم تھا ماتم ہوا — ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا

سب اٹھتے ہی بس اس کی جاتی رہیں — طوایف کہیں اور خواصیں کہیں

مری عقل اس جا پہ حیران ہی — کہ یارب یہ کیسا گلستان ہی

ہر ایک وقت ہی اس کا عالم جدا — جو چاہو یہ پھر ہو تو امکان کیا

کبھی ہی خزاں اور کبھی ہی بہار || نہیں ایک وتیرے پہ لیل و نہار

داستان بے نظیر کے غمِ ہجر سے بدرِ منیر کی بیقراری میں

پلا ساقی ایک جام مجھ کو شتاب || کہ پردے میں شب کے گیا آفتاب
شبِ ہجر کی پھر علامت ہوئی || غرض عاشقوں پر قیامت ہوئی
گئی جب چھپرکھٹ میں وہ رشکِ حور || سبھوں کو کہا تم رہو دور دور
اکیلی وہ روتی تھی زار و نزار || اُسی اپنے عالم میں بے اختیار
گرے چشم سے اُس کے اتنے گہر || کہ دھویا اُسی آب سے مُنہ سحر
صبوحی تو دے ساقیِ لعل فام || کہ رو رو کے یوں رات کاٹی تمام
ہوا آفتابِ الم جو طلوع || اُداسی کا ہونے لگا دن شروع
ذرا آئینہ لیکے دیکھا جو رنگ || تو جوں آئینہ رہ گئی وُہ بھی دنگ
بدن کو جو دیکھا تو زار و نزار || گئی کو کوئی جیسے دیوے فشار
فلک کی طرف دیکھ اور شکر کر || لگی دلکو بہلانے ایدھر اُدھر
زباں پر تو باتیں و لے دل اُداس || پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس
نہ مُنہ کی خبر اور نہ تن کی خبر || نہ سر کی خبر نے بدن کی خبر
اگر سیر کھالا ہی تو کچھ غم نہیں || جو کرتی ہی میاں تو محرم نہیں
جو مستی ہی ہے دو دن کی تو ہی وہی || جو کنگھی نہیں کی تو یوں ہی سہی

جو سینہ کھلا ہی تو دل چاک ہی
غم آلودہ صبح طربناک ہی

نہ منظور سرمہ نہ کاجل سے کام
نظر میں وہی تیرہ بختی کی شام

ولیکن یہہ خوبوں کا دیکھا سبھاؤ
کہ بگڑے سے دونا ہو اُن کا بناؤ

نہیں حسن کی اسطرح بھی کمی
جو بگڑی ہی بیٹھی تو گویا بنی

غرض بے ادائی ہی یہاں کی ادا
بھلوں کو سبھی کچھہ لگے ہی بھلا

جو ماتھے پہ چین جبیں غم سے ہی
تو وہ بھی ہی یک موج دریائے می

وہ آنکھیں جو روتی ہیں بس پھوٹ پھوٹ
تو گویا کہ موتی بھرے کوٹ کوٹ

تپ غم سے یوں تمتمائے ہیں گال
کہ جوں رنگ لالہ ہو وقت زوال

گریبان سینے پہ جو ہی کھلا
تو گویا وہ ہی صبح عشرت فزا

نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہی
و یا آہ ہونٹھوں پر کچھہ سرد ہی

ادا سے نہیں یہہ بھی عالم جدا
کہ ہی چاندنی اور ٹھنڈی ہوا

بدر منیر کی بینظیر کے فراق میں اور نجم النسا کی تسلی دینے میں

پلا ساقیا ساغر بے نظیر
پھنسی دام ہجراں میں بدر منیر

وہ حسن و جوانی اور اُس پر یہہ غم
ستم ہی ستم ہی ستم ہی ستم

جہاں بیٹھنا آہ کرنا اُسے
بہانہ نزاکت پہ دھرنا اُسے

کبھی خون ہو آنکھوں سے رو ڈالنا
کبھی کو کبھی دیکھہ دھو ڈالنا

خواصوں کو بالا بتانا اُسے　　اکیلی درختوں میں جانا اُسے
ولے اُن درختوں میں جس میں وہ ماہ　　سرِ شام چھپ چھپکے کرتا نگاہ
سو یہہ بھی پہر دن سے آ واں مدام　　اُسی چھانوں میں بیٹھ کرتی تھی شام
گیا اِس طرح جب مہینا گذر　　کہ وہ ماہ مطلق نہ آیا نظر
اور اِس کا اُدھر رنگ گھٹنے لگا　　جگر خوں ہو مژگاں پہ بٹنے لگا
لگی رہنے تپ جانِ بیتاب میں　　لگا فرق آنے خور و خواب میں
محبت کا سودا سا ہونے لگا　　جنوں تخم وحشت کا بونے لگا
سرکنے لگا پاسِ ناموس و ننگ　　لگی عقل اور عشق میں ہونے جنگ
خموشی اُٹھانے لگی دل میں شور　　جتانے لگی ناتوانی بھی زور
یہہ احوال دیکھ اُس کا دختِ وزیر　　لگی چلکے کہنے کہ بدرِ منیر
تو وہ ہے کہ سب کہتیں ہے وقوف　　کدھر دل گیا تیرا ای بیوقوف
مسافر سے کوئی بھی کرتا ہے پیت　　مثل ہے کہ جوگی ہوئے کس کے میت
اری چار دن کے ہیں یہ آشنا　　یہ دل کو آخر کریں ہیں جدا
گہے آسماں گہہ زمیں کے ہیں یہ　　جہاں بیٹھے ہیں بس وہیں کے ہیں یہ
تو بھولی ہے کس بات پر ای بوا　　خبر لے دیوانی تجھے کیا ہوا
سُنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے　　تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو / تو پھر چاہیئے اُس کی پروا نہ ہو

وہ خوش ہو گا اپنی پری کو لیئے / عبث اُس پہ بیٹھی ہو تم جی دیئے

تمھاری اُسے چاہ ہوتی اگر / تو اب تک وہ تم کو نہ آتا نظر

لگی کہنے تب اُس کو بدرِ منیر / کہ سنتی ہی اے میری دختِ وزیر

کسی کی بدی تو نکر عیب ہی / کہ اُس کا خدا عالمُ الغیب ہی

وہ اپنے دلوں سے تو ہی نیک ذات / ہوئی اُس پہ کیا جانیں کیا واردات

ہوا قید یا آنے پایا نہ وہ / گئے اتنے دن اب تک آیا نہ وہ

مجھے رات دن اِس کا رہتا ہی ڈر / پری نے سنی ہو نہ یہاں کی خبر

نہ باندھا ہو اُس کو کسی شید میں / کیا ہو نہ اُس کے تئیں قید میں

پری نے کہیں طیش کھا لاف میں / دیا ہو نہ پھینک اُس کو کُہِ قاف میں

پرستان سے بھی نکالا نہ ہو / کسی دیو کے منہ میں ڈالا نہ ہو

نہ ملنے کے دُکھ اُس کے سب میں سہے / بھلا اپنے جی سے وہ جیتا رہے

یہہ کہہ حال دل اپنا رونے لگی / گہر آنسوؤں کے پرونے لگی

گئی منہ کری مار آخر کو لیٹ / چھپرکھٹ کے کونے میں سر منہ لپیٹ

داستان خواب دیکھنے میں بدرِ منیر کے بینظیر کو کوئے میں

پلا ساقیا جامِ جم سی وہ مُل / کہ غائب کا احوال ظاہر ہو کُل

کسی کے تو آ کام فرخندہ حال　　کہ آخر یہہ دُنیا ہی خواب و خیال

ذرا آنکھہ لگ گئی جو اُس حال میں　　تو دیکھا پھنسا اُس کو جنجال میں

قضا نے دِکھایا عجب اُس کو خواب　　کہ دُشمن نہ دیکھے وُہ حالِ خراب

یہہ دیکھا کہ صحرا ہی ایک لق و دق　　کہ رُستم جسے دیکھہ ہو جاوے فق

نہ اِنسان ہی واں نہ حیوان ہی　　فقط یک کفِ دست میدان ہی

مگر بیچ میں اُس کے ہی ایک کوان　　کہ اُٹھتا ہی آہوں کا واں سے دھوان

کوئے کا ہی مُنہہ بند اور اُتّے اڑی　　کئی لاکھہ من کی ہی ایک سیل پڑی

صدا واں سے یہہ ہی کہ بدرِ مُنیر　　ترے چاہِ غم میں ہوا ہوں اسیر

میں بھولا نہیں مجھہ کو اَی میری جان　　کروں کیا کہ ہی مجھہ پہ قیدِ گران

پر اِس قید میں بھی ترا دھیان ہی　　فقط تیرے مِلنے کا ارمان ہی

تو اپنی جو صورت دِکھاوے مجھے　　تو اِس قیدِ غم سے چھڑاوے مجھے

نہیں مجھہ کو مرنے سے کچھہ اپنے ڈر　　یہہ غم ہی کہ تجھہ کو نہ ہووے خبر

تجھے کاش اِس وقت میں دیکھہ لوں　　جیوں میں اگر تیرے آگے مروں

ولیکن یہہ ہی خام میرا خیال　　نہیں وصل ممکن بغیر از وصال

کوئی دم کا مہمان ہوں آج کل　　اِسی چاہ میں جائیگا دم نکل

یہہ سُن وارداتِ شہِ بے نظیر　　جو چاہے کرے بات بدرِ مُنیر

یہہ ہرگز میسّر نہ آئی اُسے ‌ ‌ قضا نے نہ ایسی کی سُنائی اُسے
یکایک گئی آنکھہ اِتنے میں کُھل ‌ ‌ بھرے اشک رُخسار پر آئے ڈھل
نہ وُہ چاہ دیکھا نہ ہمراز وُہ ‌ ‌ پڑی گوش میں پھر نہ آواز وُہ
صدا اپنے یوسف کی سُن خواب سے ‌ ‌ اُٹھی باؤلی جانِ بیتاب سے
کہا گو کِسی سے نہ اُس نے یہہ بھید ‌ ‌ ولے جوں مہ صُبح چہرہ سُفید
ڈھلے مُنہہ پہ آنسو ہوا بسکہ رنج ‌ ‌ چھپے چاندنی میں ستاروں کے گنج
وُہ مہتاب سا چہرہ ہُوا زرد زرد ‌ ‌ سراپا ہوا شکلِ اندوہ و درد
زِ بس آہِ پنہاں سے گُھٹنے لگی ‌ ‌ تو مُنہہ پر ہوائی سی چُھٹنے لگی
مژہ وُہ نکیلی جو تھی تیز سی ‌ ‌ ہوئی اشکِ خونیں سے گلریز سی
بُھچنپا سا قد تھا جو رشکِ انار ‌ ‌ نکلنے لگے اُس سے شُعلے ہزار
جلیں اُس کے آہوں سے کُل صورتیں ‌ ‌ ہوئیں سب وُہ تپتی کی جوں مورتیں
چھپایا بہُت اُس نے پر ہمنشین ‌ ‌ چھپائے سے آتش چھپے ہی کہیں
کِسی سے کِسی کو جو ہوتی ہی لاگ ‌ ‌ بغیر از کہے اوڑ لگتی ہی آگ
خواصیں کئی وے جو ہمراز تھیں ‌ ‌ بڑی خدمتوں میں سرافراز تھیں
کہا اُن سے رو رو کے احوالِ خواب ‌ ‌ رُلایا اُنھیں پڑھ کے غم کی کتاب
سُنا جب کہ نجم اُلنسا نے یہہ حال ‌ ‌ ہوئی بیقراری تب اُس کو کمال

داستان نجم النسا کے جوگن ہونے میں

لگی کہنے وہ یوں نہ آنسو بہا ۔ ترے واسطے میں نے سب دکھ سہا
بس اب سر بصحرا نکلتی ہوں میں ۔ اُسے ڈھونڈھ لانیکو چلتی ہوں میں
جو باقی رہا کچھ مرے دم میں دم ۔ تو پھر آکے میں دیکھتی ہوں قدم
وگر مر گئی تو بلا سے موئی ۔ تو یوں جانیو مجھ پہ صدقے ہوئی
کہا شاہزادی نے بس ای رفیق ۔ ہوئی میں تو اس چاہِ غم میں غریق
بھلی چنگی اپنی نہ کھو جان تو ۔ کہ وہ ہی پری اور انسان تو
رسائی تیری کیونکہ ہوگی وہاں ۔ مجھے بھی نہ دے ہاتھ سے میری جان
میں جیتی ہوں اس آسرے پر فقط ۔ کہ ہوتا ہی تجھ سے مرا غم غلط
وگرنہ میں رُک رُک کے مر جاؤنگی ۔ اسی طرح جی سے گذر جاؤنگی
کہا اُس نے کیا کیجئے پھر بھلا ۔ پڑی سر پہ یہہ ناگہانی بلا
میں اس عشق کا یہہ نہ سمجھی تھی ڈول ۔ ترے غم سے آنے لگا مجھ کو ہول
تجھے دیکھنا یوں گوارا نہیں ۔ اس اندوہ کا مجھ کو یارا نہیں
یہہ کہہ اُس نے رو رو اُتار اپنا ہار ۔ کیا اپنی پشواز کو تار تار
گریبان کو مثلِ گل چاک کر ۔ دیا خاک پر پھینک ایدھر اُدھر
پھر آئے جو کچھ اُس کو ہوش و حواس ۔ سجا تن پہ جوگن کا اُس نے لباس
بھبوت سیلی اور گیروا اوڑھ کھیس ۔ چلی بنکے صحرا کو جوگن کے بھیس

کئی سیر موتی جلا راکھ کر — بھبھوت اپنے تن پر ملا سر بسر
پہن ایک لہنگا زری باف کا — وہ پردہ سا کر اُس تنِ صاف کا
زری کے دوپٹے سے چھاتی کو باندھ — بدن کو چھپا اور گاتی کو باندھ
زمرد کے مُندرے لگا کان میں — کہ جوں سرو و گل ہو گلستان میں
گلے بیچ ڈال اپنے بالوں کی لٹیں — پریشان کر اپنے بالوں کی لٹیں
زری کا بنا حلقہ سر پر رکھا — کیا سُنبلستان کو جگمگا
لٹیں دیکھ بل دوش پر موڑ دیں — وہ ناگیں سی شبدیز کی چھوڑ دیں
مے غم سے آنکھوں کو کر لال لال — رکھا چشم میں خونِ دل کو نکال
زمرد کی سُمرن کو ہاتھوں میں ڈال — اور ایک بین کاندھے پر اپنے سنبھال
جو منکے تھے منکے اُنھیں کر دُرست — پہن اپنے موقع سے چالاک و چست
چلی بن کے جوگن وہ باہر کتیں — دکھاتی ہوئی حال ہر ہر کتیں
تفِ سوزِ دل کا عیاں منہ سے حال — اُڑاتی چلی اپنی آہوں سے رال
اُس آئینہ رو کا کروں کیا بیاں — صفا راکھ سے اور چمکی وہاں
کرے حُسن کو کس طرح کوئی ماند — چھپے ہی کہیں خاک ڈالے سے چاند
چھپانے کو سانگ اُس نے جو جو کیئے — غرض حُسن نے اور جلوے دیئے
وہ موتی کی سیلی وہ تن کی دمک — شبِ تیرہ میں کہکشانِ فلک

زریکا وہ حلقہ بسر اوپر دھرے   کہ جوں شب میں کوئی بنیتی کرے
زمانے کو بھائی جو اُس کی ادا   تو اُس رات پروین کو صدقے کیا
کہے جو کہ تقویم دِل سے حساب   کہ سُنبلہ میں گیا آفتاب
یہ برق و یہ ابرِ سیہ ہی اگر   تو دامانِ عُشاق ہوویںگے تر
زُمرد کے مُندرے وہ اِس آن پر   کہوں کیا کہ جیسے کھلے کان پر
وہ مُندرے وہ تن اُس کا خاکستری   ہوئی حُسن کی اُور کھیتی ہری
اُڑے سبزہ و گُل کے دیکھ اُس کو ہوش   وے دونوں ہوئے اُس کے حلقہ بگوش
نظر کر صفائی کو اُس گوش کی   زُمرد کو اُس گوش کی لو لگی
بڑھے کیوں نہ ہر دم زُمرد کی شان   جب ایسے کسی کے لگیں جا کے کان
وہ موتی کے بالے وہ مونگے کے ہار   گُل و نسترن کی چمن میں بہار
گلابی سی وہ نرگسِ شوخ رنگ   بھرے جس میں لالہ نے لا لا کے رنگ
وہ قشقہ کہ جو تھا سُرخ ماتھے پہ یوں   پڑے نور پر لعل کا عکس جوں
ادا اُس کی دیکھے جو عاشق کبھو   تو رویا کرے چشم سے وہ لہو
یہ باین اُس کے کاندھے پہ تھی خوشنما   چلے جوں کوئی مست شیشہ اُٹھا
دیارِ محبت میں مہنگی تھی وہ   نہ تھی بین عشرت کی بھنگی تھی وہ
نہ تھی بین تھے قمقمے رنگ کے   وہ یا تھے سبو بحر آہنگ کے

سو وہ بین کاندھے پہ رکھ یوں چلی — کہ لائے کوئی جیسے گنگا جلی
ہر ایک تار تھا بین کا رود نیل — وہ تھی ہند کے راگ کی سلسبیل
نہ عاشق ہوئے اُس کے عالم پہ لوگ — دوانہ ہوا جوگ دیکھ اُس کا جوگ
بنی جب کہ جوگن وہ اِس رنگ سے — لگے پھوٹنے دوست سر سنگ سے
وہ رخصت جو اِس طرح ہونے لگی — تو وہ صاحبِ خانہ رونے لگی
وہ رو رو کے دو ابر غم یوں ملے — کہ جس طرح ساون سے بھادوں ملے
یہاں تک بندھا اُس کے رونے کا تار — بہے پھوٹ دیوار و در ایک بار
کھڑے تھے وہ جوگن کے جو گرد گل — وہ رو رو ہوئے شبنم آلودہ گل
نہ دیکھا کسی نے جو کچھ اختیار — کہا حق کو سونپا تجھے لے سدھار
چلی جس طرح پیٹھ اپنی دکھا — اِسی طرح دکھلا ہمیں منھ پھر آ
کسی نے کہا بھولیو مت مجھے — خدا کو تئیں میں نے سونپا تجھے
کہا اُس نے خیر اب تو جاتی ہوں میں — جو جیتا ہے تو اُس کو لاتی ہوں میں
تمھیں بھی خدا کو میں سونپا سنا — مرا بخشیو تم کہا اور سنا
جدا ہو کے القصہ روتوں کو چھوڑ — چلی اپنے گھر بار سے منھ کو موڑ
نہ سدھ بدھ کی لی اور منزل کی لی — نکل شہر سے راہِ جنگل کی لی
لئے بین پھرتی تھی صحرا نورد — تب خاک اور رُخ گرد گرد

کہ شاید کوئی شخص اُس کا ملے — کہ جیسے وہ شیدا کا شیدا ملے
جہاں بیٹھ کر وہ بجاتی تھی بین — تو سُننے کو آتے تھے آہوئے چین
بجاتی وہ جوگن جہاں جو گیا — تو واں بیٹھتی خلق دھونی لگا
اُسے سُن کے آتا تھا صحرا کو جوش — صدا سے درختوں کی کرنا خروش
گلِ نغمہ جو اُس سے گرتے ہزار — تو لیتا اُنھیں دشت دامن پسار
کہیں حلقہ حلقہ کہیں لخت لخت — کھڑے ہو کے گرد اُس کے سُنتے درخت
بجاتی تھی جوں جوں وہ بن بن کے بین — خس و خار سُنتے تھے بن بن کے بین
نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی — ہر ایک عالمِ شوق میں تھی کھڑی
تماشا نہ دیکھا تھا جو یہ کبھی — دد و دشت غش ہو پڑے تھے سبھی
یہاں تک کہ رہ میں جو تھے نقشِ پا — وہ بیٹھے تھے کان اپنے ادھر لگا
گلِ نغمۂ تر کی تھی یہ بہار — کہ صحرا کے گل اُس کے آگے تھے خار
سُن آواز کی اُس کی شان و شکوہ — کچھ ایک دب کے بیٹھے تھے سُننے کو کوہ
نہ پانی بھی سُن شور اُس کا چلے — کوئے کے دلوں میں ہوئے ولولے
نہ چشمہ ہی کچھ آبدیدہ رہے — گریبان کر چاک دریا بہے
گئی جو صدا گوش میں راگ کے — تو سُننے کو سوتے اُٹھے جاگ کے
سمجھ بین کی اُس کی انسان سار — گریبان کرنے لگے تار تار

فقط بلبلوں کا تھا واں پر ہجوم ‖ کہ گرتی تھیں واں ڈالیاں جھوم جھوم

تحیّر کا تھا واں ہر ایک کو مقام ‖ زباں کا نکلتا تھا آنکھوں سے کام

چمن کرتی پھرتی تھی جنگل کہیں ‖ بساتی تھی جنگل میں منگل کہیں

پہ ہر جا پہ تھا اُس کے دم سے طلسم ‖ بندھا تھا اُسی دم قدم سے طلسم

شب و روز سرگشتہ مثلِ صبا ‖ اِسی طرح پھرتی تھی وُہ جا بجا

فیروزشاہ جنوں کے بادشاہ کے بیٹے کے عاشق ہونے میں جوگن پر

کدھر ہے تو اے ساقیِ گلعذار ‖ کہ صحرا سے اب دل ہوا خار خار

کوئی پھول سی دے شتابی شراب ‖ کہ شہرِ مطالب کو پہنچوں شتاب

وُہ دارو پلا دل کو جو راس ہو ‖ کہ جینے کی بیمار کو آس ہو

مُسبّب کے اسباب دیکھو ذرا ‖ کہ قدرت میں ہی اُس کی کیا کیا دھرا

سُفید و سیہ اُس کے ہی اختیار ‖ بنایا ہی اُس نے یہ لیل و نہار

جہاں میں ہی اندوہ و عشرت بہم ‖ کہیں صُبحِ عیش و کہیں شامِ غم

دو رنگی زمانے کی مشہور ہی ‖ کبھی سایہ ہی یہاں کبھی نور ہی

قضارا اُٹھانا سا ایک دشت تھا ‖ کہ یک شب ہوا اُس کا واں بسترا

وُہ تھی اتفاقاً شبِ چار دہ ‖ ادا سے وُہ بیٹھی تھی واں رشکِ مہ

بچھی ہر طرف چادرِ نور تھی ‖ یہی چاندنی اُس کو منظور تھی

بچھا مرگ چھالے کو اور لیکے بین — دو زانو سنبھل کر وہ زہرا جبین
کدارا بجانے لگی شوق میں — لگی دست و پا مارنے ذوق میں
کدارا لگا بجنے یہہ اس کے ہاتھ — کہ مہ نے کیا دایرہ لیکے ساتھ
بندھا اِس طرح کا جو اس جا سماں — صبا بھی لگی رقص کرنے وہاں
وہ سنسان جنگل وہ نورِ قمر — وہ براق سا ہر طرف دشت و در
وہ اجلا سا میدان چمکتی سی ریت — لگا نور سے چاند تاروں کا کھیت
درختوں کے پتے چمکتے ہوئے — خس و خار سارے جھمکتے ہوئے
درختوں کے سائے سے مہ کا ظہور — گرے جیسے چھلنی سے چھن چھن کے نور
دیا یہہ کہ جوگن کا منہہ دیکھ کر — ہوا نور سائے کا ٹکڑے جگر
گیا ہاتھ سے بین سنکر جو دل — گئے سایہ و نور آپس میں مل
وہ صورت خوش آئی جو اس نور کی — دل اپنے پہ سائے نے منظور کی
ہوا بندھہ گئی اس گھڑی اس اصول — بسیرا گئے جانور اپنا بھول
درختوں سے لگ لگ کے بادِ صبا — لگی وجد میں بولنے واہ وا
کداریکا عالم یہہ تھا اس گھڑی — کہ تھی چاندنی ہر طرف غش پڑی
یہاں تو یہہ عالم تھا اور طور یہہ — تس او پر مزا تم سنو اور یہہ
کہ تھا ایک پریزاد فرخ سیر — جنون کے وہ تھا بادشہ کا پسر

نہایت طرح دار صاحب جمال
برس بیس اکیس کا سن و سال

ہوا پر اُڑاے ہوے اپنا تخت
کسی طرف جاتا تھا فیروز بخت

وہ جاتا تھا کرتا ہوا سیر ماہ
اُسے خلق کہتی تھی فیروز شاہ

یکایک سُنی بین کی جو صدا
وہاں تخت لا اُس نے اپنا رکھا

جو دیکھے تو جوگن ہی یک رشک حور
کہ چشم فلک نے نہ دیکھا یہہ نور

نظر کر کے حُسن اُس کا غش کر گیا
تعشق کے عالم میں بس مر گیا

کہا کچھ بناوٹ کا یہہ بھیس ہی
لگا کہنے جوگی جی آدیس ہی

پر اُتم پر اِتنا کہو کیا بجوگ
لیا واسطے کس کے تم نے یہہ جوگ

کدھر سے تم آئے کہاں جاؤ گے
دیا اپنی ہم پر بھی فرماؤ گے

وہ سمجھی کہ اُس کا دل آیا اِدھر
کہ دل بھی تو رکھتا ہی دل کی خبر

خس و خار ہی عشق حُسن آگ ہی
سدا عشق اور حُسن میں لاگ ہی

ولے راگ ہی اور اُس میں ہوا
کہ دونوں طرف آگ دے ہی لگا

کہا ہنس کے جوگن نے ہر بول ہر
جہاں سے تو آیا چلا جا اُدھر

کہا تب پریزاد نے واہ جی
بہت گرم ہیں آپ اللہ جی

نہ روکھے ہو اِتنا بھلا جاؤنگا
ذرا بین سُنکر چلا جاؤنگا

کہا ہوتے سونوں سے اپنے کہو
فقیروں کو چھیڑو نہ بیٹھے رہو

یہ دو دو لطیفے جو باہم ہوئے — اسی لطف میں یہ تو بیدم ہوئے ١٢
گئے بیٹھ آسامنے ریت میں — رہا کھیت یہہ تو اسی کھیت میں
نظر حسن پر گاہ گہہ بین پر — سراپا دل اس لعبت چین پر
رہا تن بدن کا نہ کچھہ اس کو ہوش — بنا گل وہ جوں نقش پا چشم و گوش
وہ جوگن جو تھی درد و غم کی اسیر — ہوا غم میں جوگن کے یہہ بھی فقیر
نہ سدھ بدھ گھر کی لی اور نے راہ کی — جب آئی ذرا سدھ تو پھر آہ کی
بجاتی رہی بین وہ صبح تک — بہہ رویا کیا سامنے بے دھڑک
ادھر تان پر بین کے تھی بہار — بندھا تھا ادھر اس کے رونے کا تار
دھری اپنے کاندھے سے جب اس نے بین — اٹھی لیکے انگڑائی زہرا جبین
پری زاد نے تب پکڑ اس کا ہاتھہ — شتابی بٹھا تخت پر اپنے ساتھہ
زمیں سے اڑا آسماں کے تئیں — وہ کہتا رہا کہ نہیں رے نہیں
نمانا اور اس نے اڑایا اسے — پرستان میں لا بٹھایا اسے
یہہ مژدہ گیا باپ پاس اپنے لے — کہا عرض رکھتا ہوں میں آپ سے
یہہ جوگن جو ہی لیک صاحب کمال — ذرا بین سنیے اور اس کے خیال
بہت آپ اس سے اٹھاوینگے حظ — بہت بین سن اس کی پاوینگے حظ
کہا اس نے بابا بہت خوب ہی — ہمیشہ سے راگ اپنا مرغوب ہی

کہا آؤ جوگی جی بیٹھو اِدھر ۔ کرو روشن اپنے قدم سے یہہ گھر
کھلے بخت بیٹی کے اور باپ کے ۔ سر اوپر ہمارے قدم آپ کے
بہت اُس کی تعظیم و تکریم کی ۔ جگہہ ایک پاکیزہ رہنے کو دی
پلا مجھہ کو ساقی محبت کا جام ۔ کہ مہمانیوں میں ہوا دن تمام

داستان فیروزشاہ کے مجلس آرائی اور جوگن کے بُلانے میں

یہہ جوگن جو بیٹھی بروگن ہوئی ۔ کہ اِتنے میں رات آئی جو گن ہوئی
بھبھوت اپنے منھہ پر شتابی سے مل ۔ رکھہ اِندوی کو منہ کی شب آئی نکل
دکھاتی ہوئی سوز دل دور سے ۔ اُڑاتی ہوئی دال کو نور سے
ستاروں کے مالے گلے بیچ ڈال ۔ وہ پہنچی پرستان میں حال حال
ہوئی شب جو وہ بزم انجم فروز ۔ چھپا رنگ سے اُس کے پردے میں روز
ملک نے پرستاں میں مجلس بنا ۔ بُلایا اُسے جس کی تھی یہہ ثنا
پریزاد سارے ہوئے جمع واں ۔ کہ دیکھیں تو جوگن کا چلکر سماں
وہ جوگن جو سچ مچ تھی زہرہ جبین ۔ سو مجلس میں آئی لیئے اپنی بین
بہت منتوں سے بُلایا اُسے ۔ بڑی عزتوں سے بٹھایا اُسے
کہا ہم ہیں مشتاق کچھہ گائیے ۔ سماں بین کا ہم کو دکھلائیے
کہا کچھہ بجانا نہیں اپنا کام ۔ ہر ایک طرح لینا ہمیں ہر کا نام

ہیں بیزار فرمائشوں سے فقیر ‌ ‌ ‌ ولے کیا کریں اب ہوئے ہیں اسیر

کہا جوگی صاحب یہہ کیا بات ہی ‌ ‌ ‌ کرم آپ کا ہم پہ دن رات ہی

جو مرضی ہو تو تم کو تکلیف دیں ‌ ‌ ‌ نہیں جس میں راضی ہو تم سو کریں

کہا اِس طرح سے جو فرماؤگے ‌ ‌ ‌ تو ہاں بندگی ہی میں کچھہ پاؤگے

یہہ کہہ اُس نے اور بین کاندھے پہ دھر ‌ ‌ ‌ یہاں تک بجائی نہ دیوار و در

کھڑے رہگئے ہوش کھوئے ہوئے ‌ ‌ ‌ نظر جو پڑے واں سو روئے ہوئے

گیا اہل مجلس کا دل جو پگھل ‌ ‌ ‌ تو جوں شمع اشک آئے سب کے نکل

ہوئیں بین پر اُنگلیاں یوں دواں ‌ ‌ ‌ کہ ہاتھوں سے اُس کے ہوا دل رواں

رواں و دواں کر دیا جان کو ‌ ‌ ‌ رُلایا ہر ایک جنّ و انسان کو

ہوا حال پر اُس کا جو کچھہ تباہ ‌ ‌ ‌ وہ عاشق جو تھا اُس پہ فیروز شاہ

کبھی سامنے آکے کرتا نظر ‌ ‌ ‌ کبھی دیکھتا چھپکے ایدھر اُدھر

ستوں کی کبھی اوٹ میں ہوکے وہ ‌ ‌ ‌ کھڑا دیکھتا اُس کو رو رو کے وہ

کبھی ایدھر اودھر سے پھر پھر کے آ ‌ ‌ ‌ چھپے اُس کے مکھڑے کی لیتا بلا

وہ گو کچھہ نہ سُنتی نہ کہتی اُسے ‌ ‌ ‌ کن انکھیوں سے پر دیکھہ رہتی اُسے

نظر اُس کی جب آن پڑتی اِدھر ‌ ‌ ‌ تو یہہ اور کی طرف کرتی نظر

اِس آن و ادا پر وہ فیروز شاہ ‌ ‌ ‌ دل و جان سے کرتا تھا ہر لحظہ آہ

اگر کوئی جوگن کی کرتا ثنا — تو کہتا رشک کہتا کہ پھر تم کو کہا

غرض تھی یہہ صحبت کہ میں کیا کہوں — یہی دل تھا اُس کا کہ دیکھا کروں

سجی پہلی صحبت میں واں ایسی بین — کہ غش کر گئے وے جو تھے نکتہ چین

سراہا پریزاد کے باپ نے — کہا کچھ دیا جوگی جی آپ نے

اسی طرح ہر شب کرم کیجیے — مری بزم رشک ارم کیجیے

مقدم ہمارا رجھانا کرو — ہمیں اپنا مشتاق جانا کرو

یہہ گھر بار ہی آپ کا ہی تمام — ہوئے آج سے ہم تمہارے غلام

تأسف کو جو قوف کر دیجیے — جو کچھ تم کو درکار ہو لیجیے

کہا اُس نے مطلب نہیں کچھ ہمیں — تمہارا مبارک رہے گھر تمہیں

کہاں ہم کہاں تم ہوا جو یہہ ساتھ — یہہ تھی بات سب آب ودانے کے ہاتھ

یہہ کہہ واں سے اُٹھی وہ جوگن اُدھر — دیا تھا جہاں اُس نے رہنے کو گھر

لگی رہنے اُس میں شب و روز وہ — سمجھ جی میں کچھ کچھ دل افروز وہ

کہا اپنے جی سے کہ سنتا ہی جی — نہ گھبرائیو اپنے دل میں کبھی

بہ بینم کہ تا کردگار جہان — درین آشکارا چہ دارد نہان

غرض اِس طرح اُس کا معمول تھا — کہ اُس شاہ پریوں کی خدمت میں جا

پہر رات تک ہنستی اور بولتی — ہر ایک بات میں قند تھی گھولتی

بجا لاتی سب کو رِجھاتی تھی وُہ ۔ پہر کے بجے گھر میں آتی تھی وُہ

ولے کیا کہوں حال فیروز شاہ ۔ کہ تھی دن بدن اُس کی حالت تباہ

نہ دُنیا کی اُس کو نہ دین کی خبر ۔ اُسی کے تصوّر میں شام و سحر

اُسی شمع کے گِرد پھرنا اُسے ۔ پتنگے کی مانند گِرنا اُسے

بھلا لگا اُسے نا کام کیے روز و شب ۔ وُہ تھا تنگی میں آ گئے اوقات سب

اُسے یہ طرح اوقات کھونا اُسے ۔ سدا اپنی اُس جن کے رونا اُسے

وُہ جوگن بھی سو سو طرح کر ادا ۔ ہر ایک آن میں اُس کو لیتی لُبھا

ولے کُچھ بھی پاتی جو حُسنِ طلب ۔ تو عاشق پہ غُصّہ وُہ کرتی غضب

کیا اُس نے پردے میں جب کچھ سوال ۔ دیوانہ کیا اُس کو باتوں میں ڈال

کبھی خوش کیا اور کیا گہہ اُداس ۔ کبھی دور بیٹھی کبھی اُس کے پاس

کبھی تیکھی نظروں سے گھایل کیا ۔ کبھی میٹھی باتوں سے مایل کیا

کبھی ٹیڑھی باتوں سے مارا اُسے ۔ کبھی سیدھے دِل سے پُکارا اُسے

کبھی ہنسکے دیکھا ذرا خوش کیا ۔ کبھی ہو کے غمگین ناخوش کیا

کبھی مُنھ دِکھایا چھپایا کبھی ۔ کبھی مار ڈالا جِلایا کبھی

لٹوں میں کبھی دِل کو لٹکا دیا ۔ کبھی ساتھ بالوں کے جھٹکا دیا

وُہ ہر چند آنکھیں دِکھاتی رہی ۔ پہ نظروں میں دِلکو لُبھاتی رہی

بچارہ پری زاد وہ سادہ دل | لوائیں یہہ انسان کی متصل

اسی طرح مدت گئی جب اُسے | چڑھی گرمی عشق کی تپ اُسے

جگر خون ہو آنکھوں سے آیا اُبل | گیا دل سب اندر ہی اندر پگھل

یہہ دی پردۂ دل سے جی نے صدا | کہ ہی صبر کی اپنے اب انتہا

جو کہنا ہی اتنا اُسے تو کہہ حال دل | کہ اب تنگ ہی اپنا احوال دل

یہہ سنتا ہی اب بھی تو ظالم سنبھال | نہیں کوئی دم میں چلا تن نکل

ملا کر تو آب ندامت افسوس کو | پرا رہ لیے ننگ و ناموس کو

یہہ سن جی کا پیغام مجبور ہو | کہا اپنے نزدیک گو دور ہو

بلا ہے اگر آن رہتی نہیں | کہ اب بن کہے جان رہتی نہیں

غرض ایک دن بات یہہ ٹھان کر | لگا گھات پر اپنی وہ آن کر

نہ تھا اُس گھڑی کوئی لیکن اُدھر | اکیلی پری جو گئی اُس کی نظر

اکیلی اُسے دیکھ ہو بیقرار | گرا اُسکے پاؤں پہ بے اختیار

گرا اس طرح سے قدم پر جو وہ | تو کہنے لگی مسکرا اُس کو وہ

کہ ہی آج کیا یہہ خلاف قیاس | گرا اتنا تو ہو کے کیوں بے حواس

کسی نے ترا دل ستایا کہیں | و یا جی کو تیرے لُبھایا کہیں

مرے بیٹھتے سے اذیت ہوئی | کہ مہمانیوں کی مصیبت ہوئی

فقیروں سے اتنا نہ ہو تو خفا ‏ ‏ ‏ چلے ہم بھلا جا ترا ہو بھلا

اذیت مگر ہم سے پاتا ہی تو ‏ ‏ ‏ کہ اب پانوں پر پر اٹھاتا ہی تو

لگا کہنے رو رو کے فیروز شاہ ‏ ‏ ‏ کہ بس بس یہی تو کہو گی نہ واہ

تمھاری سمجھ نے تو مارا ہمیں ‏ ‏ ‏ یہ باتیں نہیں اب گوارا ہمیں

ستاتے ہوئے کو ستاتے ہو کیا ‏ ‏ ‏ جلے دل کو ناحق جلاتے ہو کیا

ہوئے تم نہ واقف مرے حال سے ‏ ‏ ‏ فدا ہیں ترا جان اور مال سے

تم اپنا سا مجھ کو سمجھتے رہے ‏ ‏ ‏ بھلا تم کو اب یہاں کوئی کیا کہے

تم ایسے ہی بے رحم و بے درد ہو ‏ ‏ ‏ غرض اپنے عالم میں تم فرد ہو

یہ سن ہنس کے بولی وہ کہہ اپنا حال ‏ ‏ ‏ کہ تو کیوں گرا سر کو پانوں پہ ڈال

کہا تب پریزاد نے میری جان ‏ ‏ ‏ کہاں تک کروں راز دل کو نہاں

بھلا ہجر میں کب تلک ہوں ملول ‏ ‏ ‏ غلامی میں اپنی مجھے کر قبول

لگی ہنس کے کہنے کہ ایک طور ہے ‏ ‏ ‏ جو میری کہانی سنے غور سے

مطالب اگر میرے بر لائے تو ‏ ‏ ‏ تو شاید مراد اپنی بھی پائے تو

کہا اس نے پھر جلد فرمائیے ‏ ‏ ‏ جو کچھ آپ سے ہو بجا لائیے

کہا اس نے یہ ہی مری داستاں ‏ ‏ ‏ کہ شہر سر اندیپ ہی یک مکاں

ملک ایک واں کا ہی مسعود شاہ ‏ ‏ ‏ کہ بیٹی ہی ایک اس کی مانند ماہ

جہاں میں ہی بدرِ منیر اُس کا نام
میں رہتی تھی خدمت میں اُس کی مدام

بنایا تھا اُس نے الگ ایک باغ
کہ فردوس کا تھا وُہ چشم و چراغ

جُدا باپ سے تھی وُہ اُس جا مقیم
سدا سیر کرتی تھی بے خوف و بیم

میں نجم النسا اُس کی دُختِ وزیر
ہمیشہ سے ہمراز تھی اور مُشیر

جُدا ایک دن اُس سے ہوتی نہ تھی
سُلائے بغیر اُس کے سوتی نہ تھی

خوشی سے سروکار غم سے فراغ
برنگِ جمال رہتی تھی باغ باغ

کِسی طرح کا غم نہ تھا وہاں میں
ترقی پہ خوشی کی تھی ہر آن میں

ہوئی ایک دن یہہ عجب واردات
کہ وہ ایک شخص وارد ہوا آکے رات

کہاں تک کہوں اُس کا قِصہ ہی دور
نہ تھا آدمی تھا وُہ ایک رشکِ حور

گیا اُس پہ اُس شاہزادی کا دِل
گئے ایک دونوں وُہ آپس میں مِل

ولے عاشق اُس پر کوئی تھی پری
محبّت میں تھی اُس کی وُہ بھی بھری

وہاں اُس کے آنے کی سُن کر خبر
خُدا جانے پہنچا ہی اُس کو کِدھر

دیا قید میں اُس کو ڈالا کہیں
کہ مُدّت سے اُس کی خبر کچھ نہیں

سو میں کھوج میں اُس کے جوگن ہوئی
یہاں تک تو پہنچی بروگن ہوئی

پریزاد آپس میں تم ایک ہو
اگر تم ذرا کھوج اُس کا کرو

تو شاید مدد سے تمھاری ملے
تو پھر آرزو بھی ہماری ملے

دل آباد ہو جی کو آرام ہو
تمھارا بھی اس کام میں کام ہو

کہا تب پریزاد نے ہاتھ لا
انگوٹھا دکھایا کہ اترا نہ جا

کہا پھر یہی کچھ نہیں مہ جبیں
لگی ہنسنے کہنے نہیں رے نہیں

یہ سن قوم کو اپنی اس نے بلا
بتقید سے سب کو سنا کر کہا

کہ جاؤ تو ڈھونڈھو کرو مت کمی
کہ ہے ایک پرستان میں قید آدمی

جو تم میں سے لاویگا اس کی خبر
جواہر کے دونگا لگا اس کو پر

یہ سن اپنے سردار کا سب کلام
تجسس میں پھرنے لگے صبح و شام

ہوا ناگہاں ایک کا واں گذر
جہاں قید میں تھا وہ خستہ جگر

وہ روتا تھا جو نالہ و آہ سے
تو کچھ آئی اس کو صدا چاہ سے

کہا کچھ تو ملتا ہے یہاں سے سراغ
کہ آتی ہے یہاں بوے گلزار باغ

وے چوکی کے جو دیو تھے جا بجا
لگا پوچھنے کس کی ہے یہ صدا

کہا ماہ رخ کا ہے قیدی یہاں
کوئے میں تڑپتا ہے ایک نوجواں

وہ تحقیق کر اوڑ لے واں کا بھید
اڑا شہر کو اپنے دیو سفید

کیا جا کے فیروز شہ کو سلام
جو کچھ دیکھ آیا سنایا تمام

کہا میرا مجرا ہے اب لائیے
جو دینے کہا تھا سو دلوائیے

جو معمول تھا واں کے اِنعام کا | جواہر کے اُس کو دیئے پر اکا

داستان پیغام بھیجنے میں فیروز شاہ کے ماہ رخ کو

یہہ پہنچا پھر اُس ماہ رُخ کو پیام | کہ کیوں زیست کرتی ہی اپنی حرام
بنی آدمی کو تو چوری سے لا | بٹھاتی ہی گھر میں تعشق جتا
ترے باپ کو گر لکھوں تیرا حال | تو کیا حال تیرا ہو پھر ای چھنال
عزیز اپنی رکھتی نہیں جان کو | ابھی ہی کہ پھونکدوں پرستان کو
ترا رنگ غیرت سے اُڑتا نہیں | تجھے کیا پریزاد جُڑتا نہیں
ہمارا گئی بھول خوف و خطر | لگی رکھنے اِنسان پر تو نظر
بھلا چاہتی ہی تو اُس کو نکال | کوئے میں جسے تو نے رکھا ہی ڈال
اور اِس کی قسم کھا کہ پھر گر کہیں | لیا نام اُس کا تو پھر تو نہیں
گیا ماہ رُخ کو یہہ فرمان جب | ہوئی خوف سے وہ پریشان تب
کہا مجھ سے تقصیر اب تو ہوئی | کہو اُس کو لیجائے یہاں سے کوئی
اگر اب میں لاگو ہوں اُس کی کبھی | تو پھر پھونک دیجو پرستاں سبھی
پر اِتنا یہہ اِحسان مجھ پر کرو | کہ اِس کا پرستاں میں چرچا نہو
مرے باپ کو یہہ نہووے خبر | کہ پھر میں نہ ادھر کی ہوں نے اُدھر
یہہ سُن کر جواب اُسکا فیروز شاہ | چلا چپ سے اپنے جہاں تھا وہ ماہ
سرِ چاہ پر جب وہ پہنچا شفیق | کہا اُن کو تھے وے جو اُس کے رفیق

کہ یہ سنگ اُکھڑے یہاں سے ہلے
کسی طرح چھاتی سے پتھر ٹلے

کھڑے تھے جو وے دیو واں جوں پہاڑ
اُنھوں نے دیا اپنے سینے کو گاڑ

وُہ پتھر جو تھا کوہ سا سنگِ راہ
دیا پھینک واں سے اُسے مثلِ کاہ

وُہ بادل سا گھر کا جو اُس چاہ سے
تو ایک نور چمکا شبِ ماہ سے

اندھیرے سے اُس چاہ کے اُس کا تن
نظر یوں پڑا جیسے کالے کا من

وُہ من ڈالے اُس میں پڑا تھا جو واں
کہا اُس پری زاد نے سب کو ہاں

نکالو امانت اِسے اِس نمط
کہ لیتے ہیں بوشک سے جس نمط

تُمھیں اِحتیاط اِس کی اب ہے ضرور
سمجھیو اِسے اپنی پُتلی کا نور

داستان کوئیں سے نکلنے میں بے نظیر کے

قدح بھر کے لا ساقیِ باتمیز
کوئیں سے نکلتا ہے یوسُف عزیز

گئے دن خزاں کے اور آئی بہار
مئے لعل گوں سے دِکھا لالہ زار

گُلابی جو جھمکتی دِلا دے مُجھے
ہاں کوئی ایسا دِکھا دے مُجھے

کہ وُہ ماہِ نخشب کوئیں سے نِکل
منازل کو اپنی پھرے ہر محل

کوئی دیو تھا واں سِکندر نژاد
کوئیں میں اُتر کر حسبِ مُراد

الگ یوں لے آیا کوئیں سے نِکال
کہ فوّارہ جوں آب کو دے اُچھال

لے آیا وُہ جوں خضر سوغات سے
نِکال آبِ حیواں کو ظُلمات سے

ہوئے مست اس ناز بو سے وہ گل — کہ نکلا وہ سنبل سے مانندِ گل

اندھیرے سے نکلا وہ روشن بیاں — کہ حرفوں سے جوں ہوویں معنے عیاں

وہ جیتا تو نکلا ولے اس طرح — کہ بیمار ہو نزع میں جس طرح

زباں اوپر آنیکا تھا اس کو غم — کبھی تو کہ بھرتا تھا اوپر کا دم

جمی خاک تن پر برنگ زمیں — گرا جیسے نکلے ہی پتلا کہیں

نہ آنکھوں میں طاقت نہ تن میں تواں — کہ جوں خشک ہو نرگسِ بوستاں

وہ تن سرخ جو تھا سو پیلا ہوا — وہ جوڑا جو تھا سبز نیلا ہوا

وہ سیر میں جو تھے اس کے سنبل سے بال — ہوئے لاغری سے بدن کے وبال

فقط پوست باقی تھے یا استخواں — نہ تھا خون کا رنگ بھی درمیاں

بدن سے رگوں کی تھی اس ڈھب نمود — کہ الجھا ہو جوں ریسمانِ کبود

بدن خشک و زرد اسطرح تھا وہ گل — خزاں دیدہ ہو جس طرح برگِ گل

وہ ناخن جو تھے اس کے مثلِ ہلال — سو وہ ہو گئے بڑھکے بدرِ کمال

یہہ دیکھا جو احوال اس کا تباہ — تو روتا ہوا جلد فیروز شاہ

بٹھا تخت پر اپنے اس کو وہاں — لے آیا وہ بیٹھی تھی جوگن جہاں

رکھا تخت ایک جا پر اس کا چھپا — کہا پھر یہہ جا کر کہ نجم النسا

چل اب تو کہ میں اس کو لایا یہاں — یہہ سنتے ہی گھبرا کے بولی کہاں

دوانی تھی ازبس وہ اُس ناؤں کی | نہ سر کی رہی سُدھ نہ کچھ پاؤں کی
کہا چل کہاں تو بتا تو مجھے | ذرا اُس کی صورت دکھا تو مجھے
کہا رہ کے چلیو ذرا تم رہو | کہ شادی بڑی ہی کہیں غم نہو
جسے ڈھونڈھتی تھی سو یہہ ہی وہی | کہا ہائے ہاں یہہ وہی ہی وہی
یہہ کہہ اور لے ہاتھ میں اُس کے ہاتھ | لے آیا وہ جوگن کو واں ساتھ ساتھ
گیا آپ اُس تخت پر بیٹھ اور | دکھایا اُسے اور کہا کر تو غور
یہہ کہہ اور اُس تخت کے پاس آ | کہا اے پریزاد تو اُٹھ ذرا
کہ اِس تخت کے گرد ایکدم پھروں | بلائیں میں دل کھول کر اس کی لوں
کہا اُس نے ہنسکر بھلا دیکھ تو | تو اِس بات پر میرے صدقے بھی ہو
کہا اُس نے تب اپنی جوتی دکھا | ارے دیو تو کیوں دوانہ ہوا
غرض وہ پریزاد نیچے اُتر | کھڑا ہو گیا تخت سے ہو اُدھر
یہہ اُس تخت کے گرد پھرنے لگی | بلا اُس کی لے لے کے گرنے لگی
گلے لگ کے رونے لگی زار زار | کیا اپنے تن من کو اُس پر نثار
وہ دیکھے جو ٹک آنکھ اُٹھا بے نظیر | تو سمجھے اِتنا ہی یہہ دُختِ وزیر
کہا تو کہاں اور کس کا یہہ جوگ | کہاں یہہ لباس اور کہاں تم یہہ لوگ
کہا تیرے غم نے دِوانہ کیا | کہ عالم سے اپنے بیگانہ کیا

بغل کھول کر دونوں آپس میں مِل ۔ وے رویا کیے دیر تک متصل

بیاں دونوں اپنا جو کرنے لگے ۔ دُرِ اشک سے چشم بھرنے لگے

کہی سرگذشت اس نے اُس دم تلک ۔ کہ اِس طرح پہنچی ہو تم ہم تلک

یہہ سُن بے نظیر اپنی دِل سوز سے ۔ لگا شاد ہونے اُسی روز سے

کیا ایک دِن تو اُنھوں نے مقام ۔ چلے دوسرے دِن وے نزدیکِ شام

اُڑے تخت پر بیٹھ کر وہ اُدھر ۔ کہ تھا نقشِ مطلوب اُن کا جدھر

وہ جوگن وہ فیروز شاہ اور وہ ماہ ۔ چلے تخت پر بیٹھ اوپر کی راہ

پڑھے حرفِ مطلب زبس سوچ کر ۔ تو بے کسر بیٹھے مثلّث کے گھر

مربّع نشاں تھی وہ بدرِ منیر ۔ وہاں اُس کو لائی وہ دُختِ وزیر

اُتارا وہیں لا درختوں میں تخت ۔ دوبارا کھلے اُن درختوں کے بخت

اکیلی اُتر واں سے آئی اُدھر ۔ لیے سوگ بیٹھی تھی وہ مہ جدھر

یکایک جو وہ آ قدم پر گری ۔ تو جھجکی وہ شہزادی اور کچھ ڈری

پھر آخر جو دیکھا تو جوگن ہی یہہ ۔ مرے درد و غم کی برُوگن ہی یہہ

کہا اے نجمُ النسا تو ہی جاں ۔ اری تیرے صدقے مری مہرباں

ہمیں تیرے مِلنے کی کب آس تھی ۔ کہ جینے سے اپنے ہمیں یاس تھی

بہت اُس نے چاہا کہ ہووے کھڑی ۔ کھڑی ہوتے ہوتے وہیں گر پڑی

کہا بارِ غم سے افاقت نہیں | اری کیا کروں مجھ میں طاقت نہیں
بلائیں لگی لینے نجم النسا | لگی گرد پھرنے برنگِ صبا
اُسے شاہزادے کا تھا حال یاد | جو دیکھا تو یہاں اُسے کچھ ہی زیاد
نہ گھر کی وُہ رونق نہ اُس کا وُہ حال | گلوں سے لگا دل تلک پائمال
پڑے سارے بیداشت دیوار و در | محل کو جو دیکھا تو ٹوٹا سا گھر
خواصیں جو تھیں پاس وے نازنیں | سو میلی کچیلی کہیں کی کہیں
نہ چوٹی گندھی اور نہ کنگھی درست | جو چالاک تھی بن گئی وُہ بھی سست
ہر ایک اپنے عالم میں دیکھو تو دنگ | اُڑا رنگ چہرے کا مثلِ پتنگ
نہ آپس کی چہلیں نہ وُہ چہچہے | نہ گانا بجانا نہ وُہ قہقہے
غم آلودہ ہر ایک زار و نزار | نہ آرام جی کو نہ دل کو قرار
جو بیٹھیں تو رونا جو اُٹھیں تو غم | غرض بیٹھتے اُٹھتے اُن پر ستم
چمن سارے ویران سے ہیں پڑے | شجر گل کے ایک جھاڑ سے ہیں کھڑے
جو خود ہی تو حیران و بیمار سی | کہ جوں زرد شیشے کی ہو آرسی
نہ تاب و تواں اور نہ ہوش و حواس | ضعیف و نحیف و پریشان اُداس
یہ دیکھ اُس کا احوال نجم النسا | جاں شمع کی طرح آنسو بہا
و لیکن محل میں پڑی جب یہ دھوم | کیا مثلِ پروانہ اُس پر ہجوم

سُنی ایک سے ایک نے یہ خبر ۔ مُبارک سلامت ہوئی یک دگر
کوئی غُنچے کی طرح کِھلنے لگی ۔ کوئی دوڑ کر اُس سے مِلنے لگی
تکے کوئی صدقے کو لانے لگے ۔ کوئی سر سے روٹی چھوانے لگی
کوئی آئی باہر سے گھر سے کوئی ۔ اُدھر سے کوئی اور اِدھر سے کوئی
حقیقت لگی پوچھنے آ کوئی ۔ لگی کرنے آپس میں چرچا کوئی
ہوا سر پر اُس کے زبس اِزدحام ۔ لگی کرنے گھبرا کے سب کو سلام
کہا بی بیو کل کہونگی میں حال ۔ کہ اب راہ کی ماندگی ہے کمال
وہ انبوہ جب کچھ ہوا ہر طرف ۔ تو پھر دیکھ نجم النسا ہر طرف
کہا شاہزادی تو آتی نہیں ۔ اِدھر اپنی تشریف لاتی نہیں
چلو چلکے آرام ٹک کیجیے ۔ کچھ ایک تمسے کہنا ہے سُن لیجیے
گئی جب کہ خلوت میں بدرِ مُنیر ۔ کہا میں لے آئی ترا بے نظیر
تعجب سے پوچھا کہ سچ مچ ہی یہ ۔ دیا چھیڑنے کو مُنہ پھیرے کچھ ہی یہ
کہا مجھکو سوگند اِس جان کی ۔ غلط کہنے والی میں قُربان کی
نشاط و خوشی کی خبر یک بیک ۔ نہیں مُنہ پہ کہہ بیٹھتے بیدھڑک
کہا کیوں کہ لائی کہا اِس طرح ۔ وہ سب کہہ دیا حال تھا جس طرح
کہا پھروے دونوں کہاں ہیں کہا ۔ درختوں میں اُن کو دکھا ہی چھپا
ترا قیدی جاکر چھڑا لائی ہوں ۔ پر ایک اور بندھوا اُڑا لائی ہوں

عجب وقت میں میں ہوئی تھی جدا　　کہ دلبر کو تیرے دلایا بلا
مگر ایک یہ آپڑی بے بسی　　کہ میں تیری خاطر بلا میں پھنسی
سو اب ایک کو تو لے آتی ہوں میں　　ہوا دوسرے کو بتاتی ہوں میں
یہ سن شاہزادی ہنسی کھل کھلا　　کہا کیوں اڑاتی ہے نجم النسا
ابھی ایک ہی تو بڑی قہر ہے　　کہیں تو ہی امرت کہیں زہر ہے
چلی اب اچو چلے بس زیادہ نکر　　شتابی انہیں جا کے لے آ ادھر
کہا یہ پری زاد کے روبرو　　بغیر از کسی لے کے ہوگی تو
کہا وہ تو ایسا دوانا نہیں　　وہ اس بات کو کیا کہیگا نہیں
اگر دل میں کچھ تیرے وسواس ہے　　نہیں دور وہ بھی ترے پاس ہے
ذرا پوچھ لیجو تو اس بات کو　　کہ وہ روبرو اس کے ہو یا نہو
یہ سنکر شتابی گئی وہ نگار　　لیا جا کے آہستہ ان کو پکار
چھپائے ہوئے لا بٹھایا وہاں　　وہ خلوت کا جو تھا قدیمی مکاں
پھر اس سے یہ پوچھا کہ اے بے نظیر　　کہے تو چلی آوے بدر منیر
کہا خیر ہے تجھ کو رشک چمن　　چھپے ہی کہیں بھائی سے بھی بہن
مرا جان و مال اس پہ قربان ہے　　کہ اس کے سبب سے مری جان ہے
مرا یہ تو ہمدم ہے دن رات کا　　مجھے اس سے پروا ہے کس بات کا

داستان بے نظیر و بدرِ مُنیر کے مِلنے اور اُسکے باپ کو بیاہ کا رُقعہ لکھنے میں

مرے مُنہہ سے ساقی مِلا دے شتاب — کہ مِلتے ہیں باہم مہ و آفتاب
یہہ سُن سُنکے باتیں وُہ پردہ نشیں — چلی آئی ایک ناز سے نازنیں
حیا سے پھر آکر جو بیٹھی وُہ پاس — پھر آئے گویا اُس کے ہوش و حواس
نظر سے نظر جو مِلی ایکبار — کیئے چشم کے لعل و گوہر نثار
اُدھر اشکِ خونیں اِدھر چشم نم — اُسے اِس کا غم اور اِسے اُس کا غم
نہ وُہ رنگ اُس کا نہ وُہ اُس کا حال — تن زرد زرد اور رُخ لال لال
بہم دو خزاں دیدہ گلزار سے — مِلے جیسے بیمار بیمار سے
عجب صُحبت آپس میں اُس دم ہوئی — کہ ایسی بھی صُحبت بہت کم ہوئی
وُہ نجمُ النسا اور فیروز شاہ — حیا سے کیئے اپنی نیچے نِگاہ
سرشکِ محبت بہانے لگے — اِس احوال پر حیف کھانے لگے
اور ایک طرف کو شاہزادہ نڈھال — لگا رونے وُہ مُنہہ پہ دھر کر رومال
وُہ مجروح دِل تھی جو بدرِ مُنیر — لگی کھینچنے اپنی آہوں کے تیر
چھپا مُنہہ کو اُس طرف سے نازنیں — لگی کرنے تر دامن و آستیں
پڑی غم کی باتیں جو آ درمیاں — یہہ روئے کہ لگ گئیں ہچکیاں
غرض دیر تک مِلکے روتے رہے — جُدائی کے داغوں کو دھوتے رہے

رخِ زرد پر اشکِ گلگوں بہا | بہار و خزاں کو کیا ایک جا

کلیجوں پہ جو داغ تھے بے شمار | سو آنکھوں نے اُن کی دکھائی بہار

پھر آخر کو نجمُ النسا وہ شریر | لگی کہنے سنتی ہی بدرِ منیر

کیا چاہتی ہی تو اب قہر کیا | زیادہ نہ بس اپنی اُلفت جتا

مگر تیری خاطر یہہ رونا ہی کم | کہ تو اور رو رو کے دیتی ہی غم

ذرا تن میں آنے دے اِس کے تواں | ابھی اِس کو رونے کی طاقت کہاں

یہہ مردہ سا لائی ہوں میں اِس لئے | کہ دیکھے سے تیرے شتابی جیئے

وہاں میں نے اِس کی نہیں کی دوا | کہ ہی خانۂ یار دار الشفا

لے آئی ہی اِس کو محبت کی دھن | جیا ہی فقط تیرے ملنے کی سن

اسے وصل کی۔ اپنے دارو پلا | کسی طرح اِس نیم جان کو جلا

بس اب کچھہ خوشی کی کرو گفتگو | خدا پھر نہ تم کو رُلاوے کبھو

نہیں خوشنما پاس آئے ہوئے | رہیں دو جنے منہہ پھلائے ہوئے

یہہ سن ہنس پڑے تب وے آپس میں مل | پڑیں جس طرح پھول گلشن میں کھل

بہم پھر تو ہونے لگے اختلاط | اُبھرنے لگے دل سے عیش و نشاط

شب آدھی گئی تب تو خاصہ منگا | تکلف سے ہر ایک کے آگے دھرا

وہاں خوان نعمت کے آپس میں مل | کیے نوش حسبِ تمنائے دل

پھر آخر کو دو دو جدا ہو گئے | الگ خوابگاہوں میں جا سو گئے
اُٹھائے تھے جو جو کہ رنج و ملال | نہ تھے اِس مزے میں وہ خواب و خیال
الگ ہو کے لیٹے وے دو ماہ رو | ہوئی لیٹے لیٹے عجب گفتگو
وہ گذرا ہوا یاد کر کر کے حال | لگے رونے آنکھوں پہ دھر کر رومال
کہا شاہزادے نے احوال سب | کوئیں میں جو گذرا تھا رنج و تعب
کہ یوں میں اندھیرے میں رویا کیا | کوئے میں تن اپنا ڈبویا کیا
نہ پہنچا کوئی میرا فریاد رس | اترچڑھتا رہا دل بہ رنگِ جرس
وہ تاریک خانہ مرا گھر رہا | سدا میری چھاتی پہ پتھر رہا
محبت نے یہ چاشنی زور دی | کہ تن کپتیں جیتے جی گور دی
زمیں سے نکلنے کی کب آس تھی | فلک کی مجھے ہاتھ سے یاس تھی
عجب طرح سے زیست کرتا رہا | تری جان سے دور مرتا رہا
خدا ہی نے تجھ سے ملایا مجھے | اُٹھا قبر سے پھر جلایا مجھے
دیا شاہزادی نے رو رو جواب | کہ میں نے بھی اک شب یہ دیکھا تھا خواب
تیرے داغ کی دل میں جو بو گئی | میں اک رات روتی ہوئی سو گئی
تو کیا دیکھتی ہوں کہ صحرا ہے ایک | اور اُس دشت ہو میں کنواں سا ہے ایک
سدا واں سے آتی ہے بدرِ منیر | اِدھر آ کہ یہاں قید ہے بے نظیر
میں ہر چند چاہا کروں تجھ سے بات | ولے کی گئی واں نہ کچھ مجھ سے بات

مری جان گو اُس طرف ڈھل گئی ॥ اُسی دم مری آنکھ پھر کھل گئی
عجب اُس گھڑی مجھ پہ گذرا قلق ॥ کہ دل اور جگر ہو گیا میرا شق
اُس دن سے یہ حال پہنچا مرا ॥ کہ مرتی رہی نام لے لے تیرا
نہ دیتا تھا گو کوئی تیری خبر ॥ ولے تھا تیرے غم سے دل کو اثر
گذرتا تھا واں تجھ پہ جو صبح و شام ॥ وہ اندھیر تھا مجھ پہ روشن تمام
نہ کہتی تھی میں گرچہ دردِ نہاں ॥ شب و روز جلتی تھی میں شمع ساں
عجب طرح سے زیست کرتی تھی میں ॥ کہ اُس زیست کرنے سے مرتی تھی میں
اُسی غم میں رہتی تھی لیل و نہار ॥ کہ کہونکر ملا دیگا پروردگار
مری شکل پر رو کے نجم النسا ॥ گئی اسطرح حال اپنا بنا
پھر آگے تو معلوم ہی تم کو سب ॥ کہ ہم تم ملے پھر اُسی کے سبب
یہ آپس میں کہہ حالِ دل روتے تھے ॥ وہ کہنے کو سوئے تھے بس ہو اُٹھے
جو ملتے ہیں بچھڑے ہوئے ایکجا ॥ اُنھیں نیند باتوں میں آتی ہے کہا
پریزاد نجم النسا واں جدے ॥ الگ خوابگاہوں میں جا سو گئے
گئی رات حرف و حکایات میں ॥ سحر ہو گئی بات کی بات میں
لیا ماہ نے اپنے مونھ پر نقاب ॥ اُٹھا بسترِ خواب سے آفتاب
صبوحی کو اُٹھتا ہی جیسے مدام ॥ شرابِ شفق سے بھرے اپنا جام

لیئے روز کو ساتھ آنے لگا | وہ سوتوں کو شب کے جگانے لگا
ہوئی چشم واجب و مژگاں دراز | سفید و سیہ میں ہوا امتیاز
گیا عقدۂ صبح اس دم جو کھل | نکل آئے ایدھر اُدھر سے وہ گل
اُٹھے جب کہ آپس میں گلفام دو | گئے باری باری سے حمّام وو
دوبارہ کیا اس نے اپنا سنگار | چمن میں نئے سر سے آئی بہار
وہ جوگن ہوئی تھی جو نجم النسا | جمی گرد اپنے بدن سے چھڑا
نہا دھو کے نکلی عجب آن سے | کہ الماس نکلے ہی جوں کان سے
نہانے سے نکلا عجب اس کا روپ | نکل آئے بدلی سے جس طرح دھوپ
ولے آگ اس نے لگائی یہ اور | کہ پوشاک کی طرح لالہ کے طور
جلانے کو عاشق کے دکھلا پھبن | لیا سرخ لاہی کا جوڑا پہن
تمامی کی سنجاف اس کو لگا | طلائی طرح سے دیا جگمگا
اُسی رنگ کے ساتھ کا سب لباس | تصوّر میں ہو سرخ جس کے قیاس
بھبھوکا سا تن اور وہ منہ کی دمک | کہ جوں شعلہ آتش سے اُٹھے بھڑک
نکیلی وہ اُٹھی ہوئیں چھاتیاں | بھرے اپنے جوبن میں اتراتیاں
گلے کی صفائی وہ کرتی کا چاک | ترافے کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک
وہ کنچن سی اس میں کچیں لال لال | بھرے رنگ کے قمقمے کی مثال

یکایک وُہ بہشتی لی اُسنے نمود　　کہ جوں سُرخ چہرے پہ خالِ کبود
کبھی تو لیئے اپنے مُنہہ پر نقاب　　شفق میں چھپے جوں مہ و آفتاب
بنت گرد کہوں کرنہ اُس کے پھرے　　کہ وہاں گوکھرو لہر کھا کر مُڑے
وُہ پاجامۂ سبز کمخواب اور　　دوپٹہ بنارس کا سورج کے طور
جواہر سجا اپنے موقع سے کُل　　ترشح میں ہو جیسے نمدیدہ گُل
وُہ کنگھی کچھی اور وُہ ابرو کچھی　　ہر ایک اینٹھ میں اپنی ہرسو کچھی
کھجوری وُہ چوٹی زری کا مُباف　　کہ جوں دود کے بعد شعلہ ہو صاف
عُروسانہ اُس نے کیا جو لباس　　تو آنے لگی خون کی اُس میں باس
بنی جب وُہ اِس رنگ وُہ رشکِ حور　　چلی آئی فیروز شہ کے حضور
پریزاد تو قائل ہی ہو گیا　　کہا تو کوئی جان سے کھو گیا
حیا سے نہ کی بات نے کچھ کہا　　ولے جی سے قربان اُس پر رہا
وُہ بن ٹھن کے آپس میں رہنے لگے　　بہم رازِ دل اپنے کہنے لگے
خوشی سے ہوئے بسکہ سرسبز دل　　لگے سبزیاں پینے آپس میں مل
ضیافت بہم ملکے کھانے لگے　　وُہ غم کھانے اُن کے ٹھکانے لگے
چھپے عیش و عشرت وُہ کرتے رہے　　پہ غیروں کے چرچے سے ڈرتے رہے
اگرچہ ہر ایک وصل سے شاد تھا　　ولے ہجر کا غم اُنھیں یاد تھا

یہہ ٹھہرا کے نکلے وے دو ماہ رو ‖ کہ اِس بات کو کیجیئے ایک سو
غضب ہی جو یوں ہیں دو بار ار ہیں ‖ چھپے کب تلک آشکارا رہیں
سبھی ہی یہہ تکلیف آرام کو ‖ یہ ناکامیاں ورنہ کس کام کو
نصیب اِسطرح سے جو یاری کریں ‖ عناں کیوں نہ ہم خواستگاری کریں
ہر ایک مجھ سے واقف ہیں برنا و پیر ‖ کہ ہی نام ہیرا شہ بے نظیر
جب آپس میں یہہ مشورے ہو گئے ‖ اِدھر اور اُدھر ملکے وے دو گئے
وہ نجم النسا اور وہ بدر منیر ‖ کچھ ایک کر بہانہ وے دونوں شریر
رہے گھر میں پھر جا کے ما باپ کے ‖ کہ دیکھینگے ہم اب قدم آپ کے
نکل بے نظیر اور فیروز شاہ ‖ کسی شہر میں رکھ کے فوج و سپاہ
کر اسباب سب سلطنت کا درست ‖ پھر آئے اُسی جا پہ چالاک و چست
وہاں کا جو تھا شاہ انجم سپاہ ‖ جسے لوگ کہتے تھے مسعود شاہ
کیا نامہ یوں ایک اُس کو رقم ‖ کہ ای شاہ شاہاں والی فخر جم
فریدوں مثال و سکندر نژاد ‖ مراد جہان و جہاں را مراد
جہان شجاعت زمان کرم ‖ دل رستم گرد حاتم بہم
میں وارد ہوا ایک مکاں سے غریب ‖ لے آئے ہیں مجھ کو مرے یہاں نصیب
نوازش سے اپنی کرم کیجیئے ‖ غلامی میں اپنی مجھے لیجیئے

ہمیشہ سے ہی راہ و رسم شہاں — کہ وابستہ یوں ہی ہی کارِ جہاں
جہاں پر ہی روشن کہ میں ماہ ہوں — ملک زادہ ابنِ ملک شاہ ہوں
بیاں سب کیا ماضی و حال کا — تجمّل لکھا فوج و اموال کا
جتاکر بہت عجز اور انکسار — لکھا یہہ بھی ایک حرف آخر کی بار
کہ جو ہووے برعکس شرعِ شریف — وہی اپنے مذہب میں اپنا حریف
اگر مانئے خیر تو مانئے — نہیں اب تو آیا ہمیں جانئے
گیا یہہ جو مسعود شہ کو پیام — سُنا اور پڑھا خط کا مضموں تمام
سمجھہ اُس کا مضمون مسعود شاہ — کہ اتنی ہی فوج اور یہہ کچھہ ہی سپاہ
اگر جنگ ہو تو بری جنگ ہو — پھر اس میں خدا جانے کیا رنگ ہو
اور آخر یہی ہی زمانے کی چال — کہ پیوند ہوتے ہیں باہم نہال
لکھا نامہ اُس کو وہیں در جواب — کہ عاقل کو نکتہ لگے ہی کتاب
لکھا بعد حمد و ثنائے خدا — پس از نعتِ احمد شہِ انبیا
کہ نامہ تمہارا جو سربستہ تھا — وہ رازِ نہاں اپنے ہاتھوں لگا
شریعت کے عالم میں مجبور ہیں — نہیں اپنے نزدیک ہم دور ہیں
اگر ہم کبھی اپنے دعوے پر آئیں — تمہارے ملک کو بخاطر نہ لائیں
ابھی گھر سے نکلے ہو لڑکوں کے طور — نہیں نیک و بد پر تمہیں اپنے غور

کسی پاس دولت یہہ رہتی نہیں | سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں
ولے کیا کریں رسم دُنیا ہی یہہ | وگرنہ گھمنڈ آپ کا کیا ہی یہہ
زبس ہم کو ہی پاس شرع رسول | سو اِس واسطے کرتے ہیں ہم قبول
خلافِ پیمبر کسے رہ گزید | کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
ایک اچھی سی تاریخ ٹھہرائیے | دِیا حُکم ہم نے تمھیں آئیے
گیا ایلچی لیکے نامہ اُدھر | اُڑی ہر طرف یہہ خوشی کی خبر
سُنی یہہ جو نامے کی گفت و شنید | ہوئی شاہزادے کو گویا کہ عید
کشادہ ہوئے دِل جو تھے غم سے تنگ | اُسی دن سے ہونے لگے راگ و رنگ
ہوئیں بر طرف سب دِل آزاریاں | لگیں ہونے شادی کی تیّاریاں
بُلا شگنیوں کو بتا سال و سن | مُقرّر کیا نیک ساعت کا دن

داستان بے نظیر اور بدر منیر
کے بیاہ اور اسکے تجمّل میں

کدھر ہی تو اے ساقیِ گل بدن | دھری آج اُس شمع رو کی لگن
بُلا مُطربانِ خوش آواز کو | کہ آویں لئے اپنے سب ساز کو
وُہ اسباب شادی کا تیّار ہو | مُکرّر نہ پھر جسکی تکرار ہو
بڑی خواہشوں سے جب آیا وُہ روز | چڑھا بیاہنے وہ مہِ شب فروز

محل سے نکل جب ہوا وہ سوار
بجے شادیانے بہم ایکبار

کروں اُس تجمل کا کیونکر بیان
کہ باہر ہی تقریر سے وہ سماں

وہ دولہہ کے اُٹھتے ہی ایک غل پڑا
لگا دیکھنے اُٹھکے چھوٹا بڑا

کوئی دوڑ گھوڑوں کو لانے لگا
کوئی ہاتھیوں کو بٹھانے لگا

لگا کہنے کوئی ادھر آئیو
ارے رتھ پشتابی میری لائیو

کسی نے کسی کو پکارا کہیں
نہ لانے پہ مہانے کے مارا کہیں

کوئی پالکی میں چلا ہو سوار
پیادوں کی رکھہ اپنے آگے قطار

جو کثرت میں دیکھا کہ گاڑی نہیں
کوئی مانگے تانگے پہ بیٹھا کہیں

سپر اور قبضے کھڑکنے لگے
سواروں کے گھوڑے بھڑکنے لگے

تکورے وہ نوبت کے اور اُن کے بعد
گرجنا وہ دھونسوں کا مانند رعد

وہ شہنائیوں کی شہانی دھنیں
جسے گوش زہرہ مفصل سنیں

ہزاروں تماشی کے تخت رواں
اور اہل نشاط اُن پہ جلوہ کناں

وہ طبلوں کا بجنا اور اُن کی صدا
وہ گانا کہ اچھا بنا لادلا

وہ نوشہ کا گھوڑے پہ ہونا سوار
وہ موتی کا سہرا جواہر کا ہار

ٹھہر کر وہ گھوڑے کا چلنا سنبھال
ہُما کے وے دونوں طرف مور چھال

وہ فانوسیں آگے زمرد نگار
کہ ہو سبز مینا جنھوں پر نثار

دو رستہ جو روشن چراغاں ہوئے | پتنگے خوشی سے غزل خواں ہوئے
ہوا دل جو روشن چراغاں سے | پڑھے شعر نوری کے دیوان سے
چراغوں کے تیر پو لیئے جا بجا | اور ان میں وہ بازاریوں کی صدا
کوئی پان بیچے کھلونے کوئی | کوئی دال موٹھ اور سلونے کوئی
تماشائیوں کا جدا ایک ہجوم | پتنگے گریں جوں چراغاں پہ جھوم
کڑکنا وہ نوبت کا باجوں کے ساتھ | گرجنا وہ باجوں کا ڈنکوں کے ساتھ
براتی ادھر اور ادھر جوق جوق | وہ آوازِ سرنا اور آوازِ بوق
وہ کالے پیادے اور ان کی نفیر | کہ تا چرخ پہنچے صدا دل کو چیر
وہ آرائش اور گل کئی رنگ کے | وہ ہاتھی کہ دو دیو تھے جنگ کے
وہ ابرک کے گنبد وہ مینے کے جھاڑ | کہے تو کہ تنکے کے او جہاں پہاڑ
دو رستہ برابر برابر وہ تخت | کسی پر کنول اور کسی پر درخت
وہ رنگیں کنول اور وہ شمع و چراغ | کھلے جس طرح لالہ نور باغ
جہاں تک نظر آوے ان کی قطار | طلسمات کی سی ہوا پر بہار
اناروں کا دغنا چھچھوندر کا زور | ستاروں کا چھٹنا پٹاخوں کا شور
وہ مہتاب کا چھوٹنا بار بار | کہ ہر رنگ کی جس سے دونی بہار
دھواں چھپ گیا اور میں نور ہو | سیاہی اڑی شب کی کافور ہو

سراسر وہ مشعل کے ہر طرف جھاڑ | کہ جوں نور کے مشتعل ہوں پہاڑ
زری پوش سرسبز سب یکدگر | پھریں برق کی طرح ایدھر اودھر
کہے تو کہ نزدیک اور دور سے | زمین و زماں بھر گیا نور سے
جب آئی وہ دلہن کے گھر پر برات | کہوں واں کے عالم کی کیا تجھ سے بات
ہوا واں کی صحبت کی رشک بہشت | دھرے لخلخے گرد عنبر سرشت
کھڑے بادلوں کے وہ خیمے بلند | کہیں عالم نور جس کو پسند
عجب مسند ایک جگمگی اور فرش | تمامی کے عالم کا چوکور فرش
بلوریں دھرے شمعداں بے شمار | چڑھیں موم کی بتیاں چار چار
نئے رنگ کے اور نئے طور کے | دھرے ہر طرف جھاڑ بلور کے
تماشائیوں کی یہ کثرت کہ بس | ملے ایک سے ایک سب پیش و پس
دوزانو زری پوش بیٹھے تمام | شراب خوشی کے کیئے نوش جام
وہ دولہا کا مسند پہ جا بیٹھنا | برابر رفیقوں کا آ بیٹھنا
طوائف کا اٹھنا ایک انداز سے | دکھانی وہ آ صورتیں ناز سے
کروں راگ اور ناچ کا کیا بیاں | قدیمی کسی وقت کا سا سماں
وہ ارباب عشرت کا آپس میں مل | جمانا کھڑے راگ کا دیکھے دل
وہ انجمن کی لہریں ادھر اور ادھر | ملے سر طنبوروں کے بایکدگر

اور اُس صف سے ایک چھوکری کا نکل
جتانا ہنر اپنا پہلے پہل

اُلٹنا دوپٹے کا دے دیکے تال
وہ بوٹا سا قد اور وہ گھنگرو کی چال

کبھی پرملو میں دکھانی ادا
کہ جوں لوٹ کر ہوئے بجلی ہوا

کبھی گت سُری ناچنا ذوق سے
کہ تیورا کے عاشق گرے شوق سے

اِدھر کی تو یہ گت اور اُس کا بھاؤ
اُدھر اوقت میں نایکے کا بناؤ

کھڑی ہوکے دو گھونٹ حقے کے لے
چبا پان اور رنگ ہونٹھوں پہ دے

انگوٹھے کی لے سامنے آرسی
وہ صورت کو دیکھ اپنی گلنار سی

اُلٹ آستین اور مُہر یکے چاک
نئے سر سے انگیا کو کر ٹھیک ٹھاک

بنا کنگھی اور کر کے ابرو دُرست
جھٹک دامن اور ہوکے چالاک وچست

دوپٹے کو سر پر اُلٹ اور سنبھال
یکایک وہ صف چیر آنا نکل

پکڑ کان اور گھنگروؤں کو اُٹھا
پہن پاؤں میں اور سر سے چھوا

اِدھر اور اُدھر رکھ کے کاندھے پہ ہاتھ
چلے ناچتے آنا سنگت کے ساتھ

وتیح چند کے ہاتھ کی مورت ایک
لبھائی ہوئی چاند سی صورت ایک

کبھی ناچنا اور گانا کبھی
رجھانا کبھی اور بتانا کبھی

خوش آوازیاں اور گانا خیال
دکھانا ہر ایکدم میں اپنا کمال

وہ شادی کی مجلس وہ گانے کا رنگ
وہ جی کی خوشی اور وہ دل کی ترنگ

وہ پھولوں کے گہنے کناری کے ہار — وہ بیٹھی ہوئی رنڈیوں کی قطار

وہ بیڑوں کے پتے پڑے ہر طرف — غنیم دل جسے دیکھ ہو برطرف

اِدھر کا تو یہ رنگ تھا اور یہ راگ — محل میں اُدھر گھوڑیاں اور سُہاگ

وہ گھڑی سی شادی مبارک کے ڈھول — وہ تونے ساونے وہ میٹھی سی بول

اُترنے لگی واں سمدھنوں کی پھبن — کھلیں پھول جیسے چمن در چمن

گلوں میں پہنتا وہ ہنس ہنس کے ہار — تماشے وہ پھولوں کی چھڑیوں کی مار

دکھانا وہ بن بن کے اپنا بناؤ — وہ آپس کی رسمیں وہ آپس کی چاؤ

وہ ہاتھے ہنسی شور و غل تالیاں — سہانی سہانی نئی گالیاں

غرض کیا کہوں تاب مجھ میں نہیں — نہ دیکھا ہوگا عالم کوئی یہ کہیں

داستان بے نظیر کی بدر منیر کو اپنے وطن لیجانے اور ما باپ سے ملاقات کرنے اور کتاب کی تمامی میں

چھکا ہوں نشے میں بہت ساقیا — مجھے بدلے اب می کے شربت پلا

کسی پر نہ ایسا ہو جو یار ہوں — کہ پھر میں گلے کا ترے ہار ہوں

ہوا جب نکاح اور بٹے ہار پان — پلا سب کو شربت دئے پاندان

اُٹھا پھر تو نوشہ وہ بعد از نکاح — محل میں بلانے کی ٹھہری صلاح

چلا یوں وہ دولہا دلھن کی طرف — پھرے جیسے بلبل چمن کی طرف

وہاں تک پہنچتے ہوئے کیا کہوں — ہوئے تو تکے لاکھ پھر شگون

ہوا لیکن اُس وقت دوگنا مزا — کہ دولھہ دُلھن جب ہوئے ایکجا
عروسی وُہ گہنا وُہ سوہا لباس — وُہ مہندی سہانی وُہ پھولوں کی باس
سہالہ سُرخ جوڑے پہ عطر سُہاگ — کھُلے ملکے آپس میں دونوں کے بھاگ
دِکھا مُصحف اور آرسی کو نکال — دھرا بیچ میں سر پہ آنچل کو ڈال
نہ تھا وصل اِس طرح کا دھیان میں — خُدا نے کیا آن کی آن میں
عجب قدرتِ حق نُمایاں ہوئی — جسے آرسی دیکھ حیراں ہوئی
وُہ جاپڑنا ہونا وُہ شادی کی دھوم — وُہ آپس میں دولھہ دُلھن کی رُسوم
کِسی نے پسائی سرونج آن کر — کوئی گالی ہی دے گئی جان کر
گئی کوئی وہاں گال سے کچھ لگا — گئی کوئی دُلھن کی جوتی چھوا
وُہ شیریں جو بیٹھی تھی شیریں بنی — نبات اُس کی چُٹنی بننے کو بنی
چُنائی نبات اُس کو اِس گھات سے — کہ ڈھکا دیا ہر گھڑی بات سے
زبس دِل تو تھا اُس کا ہر جا پہ بند — سبھی جاہے اُس نے چُنی کر پسند
اُٹھائی دلی اُس کی آنکھوں سے یوں — کریں نوش بادام شیریں کو جوں
دلی وُہ جو ہونٹھوں کی تھی لب بلی — وُہ مِصری کے مُنھ سے اُٹھا لی دلی
کمر سے اُٹھائی دلی اِس طرح — کہاں ہوں نہیں کی نہیں جس طرح
ذرا پانو پر کی اُٹھاتے اڑا — نہیں اور ہاں کا عجب غُل پڑا

یہہ ظاہر کی تکرار تھی بار بار | وگرنہ دِل اُس پانوں پر تھا نثار
عجب طرح کی رنگ رلیاں ہوئیں | کہ باتیں وُہ مِصری کی ڈلیاں ہوئیں
وُہ سب ہو چکی جبکہ رسم و رسوم | سواری کی ہونے لگی پھر تو دھوم
سحر کا وُہ ہونا وہ تونے کا وقت | وُہ دُلہن کی رُخصت وُہ رونے کا وقت
کھڑے سب کا لاچار مُنہہ دیکھنا | کہ یارب یہہ کیا ہی جہاں پیکھنا
وُہ دُلہن کا رو رو کے ہونا جُدا | وُہ ماباپ کا اور رونا جُدا
نکلتے وُہ جانا محل سے جہیز | کہ جوں چشم سے اشک ہو موج خیز
یہاں موت ہی اہلِ عرفان کو | کہ جانا ہے ایکدِن یوہیں جان کو
وے جو دردمندی سے ہیں آشنا | وے شادی کا لیتے ہیں غم سے مزا
وُہ دولہہ کا دُلہن کو گودی اُٹھا | بٹھانا مُحافے میں آخر کو لا
چلے لیکے چوندول جس دم کہار | کیا دو طرف سے زر اُسپر نثار
کھڑے تھے جو واں چشم کو تر کیئے | سو موتی اُنھوں نے نچھاور کیئے
اِدھر اور اُدھر اپنے سہرے کو چیر | وُہ اِیک چاند سا مُنہہ دِکھا بے نظیر
سوار اپنے گھوڑے پہ ہو کر شتاب | کہ جوں صُبح ہووے بُلند آفتاب
دِکھاتا ہوا حشمت و عظم و شان | لئیے ساتھہ ساتھہ اپنے نوبت نِشان
وُہ پیچھے تو چوندول میں رشکِ ماہ | اور آگے وُہ خورشیدِ عالم پناہ

پھرا گھر کو اپنے قدم با قدم | سواری لگا گھر میں اُترا صنم
غرض اِس طرح جب وہ دُلہن بیاہ | لے آیا جہاں اُس کی تھی عیش گاہ
ہوئی وہ جو ہونی تھی رسم و رسوم | کہ ظاہر میں تھی یہ بھی درکار دھوم
رچایا اُسی دھوم میں لگتے ہاتھ | پریزاد کا بیاہ چوتھی کے ساتھ
وہ نجم النسا تھی جو دُختِ وزیر | گیا اُس کے والد کنے بے نظیر
کہا باپ کو اُس کے اے خیر خواہ | مرا بھائی ہے ایک فیروز شاہ
سو میں تجھ سے رکھتا ہوں ایک اِلتجا | کہ تو اُس کو فرزندی میں اپنی لا
غرض ہر طرح کر رضامند اُسے | کیا جال میں اپنے پابند اُسے
پریزاد تھا وہ جو فیروز شاہ | دیا اُس کو نجم النسا سے بیاہ
اُسی دھوم سے اور اُسی فوج سے | اُسی شان سے اور اُسی اوج سے
وہی سب تجمّل وہی سب رسوم | ہوئی تھی جو کچھ بیاہ میں اُس کے دھوم
دقیقہ نہ چھوڑا کسی بات میں | برابر رکھا چُھٹا دن رات میں
اُسی طرح اُس کو بیاہا غرض | جو کچھ قول تھا سو نبھایا غرض
خدا راست لایا انہوں کے جو کام | بر آئے دِلوں کے مطالب تمام
ہوئیں متّصل یہ جو دو شادیاں | بسیں اِکٹھا چار آبادیاں
پھرے دِن تو اپنے وطن کو پھرے | وہ آشفتہ بلبل چمن کو پھرے

خوشی سے لیئے حُرمت وجاں و مال | چلے شہر کو اپنے وے حال حال
وُہ نجم النسا اور وُہ فیروز شاہ | ذنک پرسے ہوں مثالِ خورشید وماہ
رضا اُن سے لیکر اُسی آن میں | گئے شاد و خُرّم پرستان میں
یہہ اقرار چلتے ہوئے کر گئے | کہ گو تُم اُدھر اور ہم ایدھر گئے
تُم اِس غم سے مت ہوجیو سینہ ریش | کہ ہم تُم سے مِلتے رہینگے ہمیش
تسلی وے دے کے اُدھر کو چلے | یہ ایدھر لیئے اپنا لشکر چلے

داستان بے نظیر کی بدرِ منیر کو اپنے وطن لیجانے اور
ماباپ سے مُلاقات کرنے اور کتاب کی تمامی میں

پلا ساقیا آخری ایک جام | کہ ہوتی ہے اب بس یہہ کہانی تمام
وے نزدیک پہنچے جب اُس شہر کے | کیا پاس جا خیمہ ایک شہر کے
کیا جب کہ خلقت نے تفتیشِ حال | اور آنکھوں سے دیکھا وُہ بدرِ کمال
پڑا شہر میں یک بیک پھر یہہ غُل | کہ غائب ہوا تھا سو آیا وُہ گُل
خبر یہہ ہوئی جب کہ ماباپ کو | کیا گُم اُنھوں نے وونہیں آپ کو
زِبس دِل تو تھا یاس ہی سے بھرا | یہہ سُن ہاتھ اور پاؤں گئے تھر تھرا
لگے رونے آپس میں زارو نزار | کہا ہاے ہمکو نہیں اعتبار
بِلا دینگے ہم سے ہمارا حبیب | یہہ دُشمن نہیں اپنے ایسے نصیب
یہہ ہوگا کوئی دُشمنِ ملک و مال | سنو میں آپ ہی ہوں گرفتارِ حال

کوئی اُس کا وارث تو آخر نہیں ‌ ‌ ‌ وُہی لیکے جاوے یہہ جھگڑا کہیں
کہا سب نے صاحب چلو تو سہی ‌ ‌ ‌ یہہ بیٹا تمھارا تو ہی ہی وہی
مُکرّر سُنا جب کہ بیٹے کا ناؤں ‌ ‌ ‌ چلا پھر تو روتا ہوا ننگے پاؤں
وُہ آتا تھا جیسے کہ بیٹا اِدھر ‌ ‌ ‌ پڑی باپ پر جو ایکا یک نظر
جو ہیں اپنے کعبے کو دیکھا رواں ‌ ‌ ‌ چلا سر کے بَل وُہ بے نظیرِ جہاں
گِرا پاؤں پر کھیکے یہہ باپ کے ‌ ‌ ‌ خُدا نے دکھائے قدم آپ کے
سُنی یہہ صدا جو نہیں اُس ماہ کی ‌ ‌ ‌ تو اُس غم رسیدہ نے ایک آہ کی
اُٹھا سر قدم پر سے چھاتی لگا ‌ ‌ ‌ لپٹ کے گھڑی دو تلک خوب سا
یہہ رویا یہہ رویا کہ غش کر چلا ‌ ‌ ‌ کہو تو کہ آنسو کا لشکر چلا
ملے پھر تو آپس میں وے خوب سے ‌ ‌ ‌ کہ یوسف ملا جیسے یعقوب سے
وہ گُل گُل شگُفتہ ہوا گُل کی طرح ‌ ‌ ‌ یہہ گُل کی طرح اور بلبل کی طرح
ہوئے شاد و خُرّم صغیر و کبیر ‌ ‌ ‌ لیے لیکے نذریں امیر و وزیر
مِی عیش سے سب کو مستی ہوئی ‌ ‌ ‌ نئے سر سے آباد بستی ہوئی
بڑی دھوم سے اور بڑی آن سے ‌ ‌ ‌ بجاتے ہوئے نوبتیں شان سے
وُہ بھولا جو تھا ہجر کے داغ میں ‌ ‌ ‌ ہوئے جاکے داخل اُس باغ میں
زنانی سواری اُتروا کے ساتھہ ‌ ‌ ‌ پکڑ اُس گُلِ نو شگُفتہ کا ہاتھہ

در آمد ہوا گھر میں سروِ رواں | لیئے ساتھ اپنے وُہ غنچہ دہاں
کہ اِتنے میں آگے نظر جو پڑی | تو دیکھا کہ ماں راہ میں ہی کھڑی
بہی چشم سے آنسوؤں کی قطار | گرا ماں کے پانْوں پہ بے اختیار
وُہ ماں خوب بیٹے کے لگ کر گلے | یہہ روئی کہ آنسو کے نالے چلے
بہو اور بیٹے کو چھاتی لگا | وے دونوں کے ہاتھ باہم ملا
تھی جان اور جی سے اُن پر نثار | پیا پانی اُن دونوں پر وار وار
جگر پر جو تھے درد اور غم کے داغ | بجھے وصل سے ہجر کے وے چراغ
جب آپس میں رہنے لگے مل ملا | پھر آئے چمن میں وُہ گُل کھل کھلا
وُہ آنکھیں جو اندھی تھیں روشن ہوئیں | زمینیں جو تھیں خشک گلشن ہوئیں
زبس باپ ماں کو تھی سہرے کی چاہ | دوبارہ اُنھوں نے کیا اُس کا بیاہ
لکھوں میں اگر اُس بیاہ کی دھوم دھام | تو پھر یہہ کہانی نہ ہووے تمام
بنا اُن کی تدبیر کا جو بناؤ | نکالے اُنھوں نے یہہ سب دل کے چاؤ
وُہ جیسے کہ اُس باغ میں تھی خزاں | بسے آگے پھر اُس میں سب گلرخاں
مکاں میں عجائب ہوئے چہچہے | وُہ مرجھائے گُل پھر ہوئے لہلہے
ہوا شہر پر فضلِ پروردگار | وہی شاہزادہ وہی شہریار
وہی لوگ اور وہی چرچے تمام | وہی ناز و انداز کے اپنے کام

وہی بلبلیں اور وہی بوستاں
شگفتہ گل و مجمع دوستاں

انھوں کے جہاں میں پھرے جیسے دن
ہمارے تمہارے پھریں ویسے دن

بلائیں سب کے بچھڑے الٰہی تمام
بحقِ محمدؐ علیہ السلام

ہوئے جیسے وے شاد ہوں شاد ہم
رہیں شہر میں اپنے آباد ہم

رہے شاد نوابِ عالی جناب
کہ ہے آصف الدولہ جس کا خطاب

خوشی اُس کی ہے سروِ باغِ مراد
رہے روشن اُس کا چراغِ مراد

بحقِ حُسین و امامِ حسن
رہوں شاد میں بھی غلامِ حسن

ذرا منصفو داد کی ہے یہہ جا
کہ دریا سخن کا دیا ہے بہا

زبس عمر کی اس کہانی میں صرف
تب ایسے یہ نکلے ہیں موتی سے حرف

جوانی میں جب بن گیا ہوں میں پیر
تب ایسے ہوئے ہیں سخن بے نظیر

نہیں مثنوی ہے یہہ ایک پھلجھڑی
مسلسل ہے موتی کی گو یا لڑی

نئی طرز ہے اور نئی ہے زباں
نہیں مثنوی ہے یہہ سحر البیاں

رہیگا جہاں میں مرا اِسسے نام
کہ ہے یادگارِ جہاں یہہ کلام

ہر ایک بات پر دل کو میں خوں کیا
تب اِس طرح رنگیں یہہ مضموں کیا

اگر واقعی غور تک کیجے
صلا اِس کا کم ہے جو کچھ دیجے

غرض جس نے اِس کو سنا یہہ کہا
حسن آفریں مرحبا مرحبا

جو مُنصف سُنینگے کہینگے سبھی
نہ ایسی ہوئی ہی نہ ہوگی کبھی

مرے ایک مُشفق ہیں مرزا قتیل
کہ ہیں شاہراہِ سُخن کی دلیل

سُنی مثنوی جب یہہ مُجھہ سے تمام
دیا اِس کی تاریخ میں اِنتظام

تو بس شعر کہتے ہیں وے فارسی
ہر ایک شعر اُن کا ہی جون آرسی

اُنھون نے شتابی اُٹھا کر قلم
یہہ تاریخ کی فارسی میں رقم

بہ تفتیشِ تاریخِ این مثنوی
کہ گفتتش حسن شاعرِ دہلوی

زدم غوطہ در بحرِ فکرِ رسا
کہ آرم بکف گوہرِ مدّعا

بگوشم ز ہاتف رسید این ندا
برین مثنوی باد ہر دل فدا

میان مُصحفی کو جو بھایا یہہ طور
اُنھون نے بھی کرفکر ازراہِ غور

کہی اِس کی تاریخ یون برمحل
یہہ بُت خانۂ چین ہی بے بدل

فہرست مثنوی میر حسن دہلوی کی

کیفیت	صفحہ
احوال مصنف کا	۱
حمد عینی	۹
نعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی	۱۱
منقبت حضرت امیر المومنین کی	۱۳
مناجات	۱۵
تعریف سخن اور مدح شاہ عالم بادشاہ کی	۱۶
مدح وزیر آصف الدولہ کی	۱۹
آغاز داستان	۲۲
تولد ہونے شاہزادہ بے نظیر کی	۲۸
تیاری میں باغ کی	۳۳
حمام کے نہانے کی لطافت میں	۳۹
شاہزادے کے کوٹھے پر سونے اور پری کے اڑا لیجانے کی	۴۲
شاہزادے کے غائب ہونے اور اس کے غم سے ماں باپ کی حالت تباہ ہونے کی	۴۸

صفحہ	کیفیت
۵۲	پرستان میں پہنچانے کی
۵۶	گھوڑے کی تعریف میں
۵۷	وارد ہونے بے نظیر کے بدرِ منیر کے باغ میں اور عاشق ہونے میں اُسکے
۶۱	بدرِ مُنیر کی تعریف میں
۶۸	زُلف اور چوٹی کی تعریف وصحبتِ اوّل کے بیان میں
۷۸	دوبارہ بے نظیر کے آنے اور باہم بے تکلّف مُلاقات کرنے میں
۸۸	بدرِ مُنیر کے غم و اندوہ اور حُسن بانی کے بُلانے میں
۹۵	بے نظیر کے غمِ ہجر سے بدرِ مُنیر کی بیقراری میں
۹۶	بے نظیر کے فِراق اور نجم النسا کے تسلّی دینے میں
۹۸	خواب دیکھنا بدرِ مُنیر کا بے نظیر کو کوئے میں
۱۰۱	نجم النسا کے جوگن ہونے میں
۱۰۶	فیروز شاہ جنوں کے بادشاہ کے بیٹے کا عاشق ہونے میں جوگن پر
۱۱۰	فیروز شاہ کی مجلس آرائی اور جوگن کے بُلانے میں
۱۱۸	پیغام بھیجنے میں فیروز شاہ کے ماہ رُخ کو

کیفیت	صفحہ
کوئے سے نکالنے میں بے نظیر کے	۱۱۹
بے نظیر و بدرِ منیر کے ماںنے اور اُس کے باپ کو بیاہ کا رقعہ لکھنے میں	۱۲۶
بے نظیر اور بدرِ منیر کے بیاہ اور اُسکے تجمل میں	۱۳۴
بے نظیر کے براتیوں کے ارپان کی تقسیم میں	۱۳۹
بے نظیر بدرِ منیر کو اپنے وطن لیجانے اور ماباپ سے ملاقات کرنے اور کتاب کی تمامی میں	۱۴۴
غلطنامہ سب کے آخر	

غلطنامہ

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
اِسم	اِسم	۱	۳
بڑھاپر	بہ ہابر	۱۴	۔
سُنی	سنی	۱۰	۴
کہنی	کہنی	۱۴	۔
مرثئے	مرسئے	۵	۶

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹	۱۳	عزّ	عزّ
۱۰	۶	ہژدہ	ہژدہ
-	۲۱	بسگان	بسگان
-	۲۶	بہ گوہر	نہ گوہر
۱۱	۱	باہر	باہِر
-	۳	پھرے	پھرے
-	۱۰	دریا کے	دریا کا
۱۲	۳	کفر و اسلام	کفرِ اسلام
-	۱۵	اس	اِس
۱۳	۱۰	سُنبل	سُنبُل
۱۴	۲	زوج	زوجِ
۱۵	۲	نیارِ	نثارِ
-	۱۰	کریم	رحیم
۱۶	۹	گیسو	گیسو
-	۱۲	الٰہی	الٰہی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷	۳	آصف	آصَف
۱۰	۱۱	چپک - بحری	چپک - بہری
-	۱۶	طرح	طرَح
۱۸	۵	میل	میلِ
-	۶	اونی سے	اونی سی
۱۸	۱۱	باڑے - کے	باڑے - کی
-	۱۵	سدا	صدا
-	۱۶	زمیں پر	زمین میں
۱۹	۲	نزاد	نژاد
۲۰	۱۹	نہ سمجھو	نہ سمجھو
۲۱	۲	چپتا	چپتا
-	۸	بھالے	بھاگے
-	۱۱	کھڑیں	کرے
-	۱۵	یک	اینک
۲۵	۸	قرآن	قراں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵	۸	سجومی	نُجومی
-	۹	وے سب	سب وے
-	۱۴	سنہ س	یث ناس
-	۱۶	تھوہیں سوپُھاں	بیٹھوہیں یاں
-	۱۶	اِن کا کُھاں	اُنکا کھاں
۲۶	۱۰	پاچواں	پانچواں
۲۷	۱۱	منجم	مُنجّم
۲۸	۵	لئیے	گئیے
۲۹	۱۰	نیا	بنا
۲۹	۱۲	ٹُ کھرتی	ٹُ گھرتی
۳۲	۳	دھُرپد	دُھرپت
-	۱۳	رال	راگ
۳۴	۱۲	کھرے	کھڑے
-	۱۴	ہری	پری
۳۵	۱۰	هول سیر	هوں سر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵	۱۳	پنجم	پُنجم
۳۶	۱۴	الے	آگے
۳۷	۹	ہیئت	ہئیت
۳۹	۱۵	بدرِ مُنیر	ماہِ مُنیر
۴۰	۱۲	جون	جوْن
”	۱۴	لے	لے
۴۱	۱۴	روپہری	رُپہری
۴۲	۴	مالکی	مالکی
۴۳	۵	پایہ	پایہ
۴۳	۴	تفاوت	تفاوُت
۴۳	۶	جائیں	جائیں
۴۵	۸	اُس	اِس
۵۲	۷۲	الم - سرا	علَم - پرا
۵۳	[illegible]	پاک	پک
۵۶	۳	پھر	پِھر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۶	۱۹	کو	کے
۵۷	۳	سِتاروں	سِتارے
۵۹	۱	رے	رہے
۶۰	۱۰	پڑے	پرے
۶۱	۴	پلا	پالا
۶۲	۷	جھالا	جھالک
۶۳	۳	ماؤں	پاؤں
-	۴	سراما	سراپا
-	۱۱	صرور	ضُرور
۶۴	۱۰	مائمال	پائمال
-	۱۳	ما	پا
۶۵	۱۵	پڑھائیں	پڑھائیں
۶۶	۹	تاکمہ	تُکمہ
۶۸	۳	کوڑلے	کولے
۶۹	۷	ہی	ہی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
[illegible]	۶	پھر کے	بھر کے
۷۱	۷	وھر	دھر
۷۳	۲	جش	جس
-	۴	بھہ	بھی
۷۴	۸	جوں	جوں
-	۱۴	پعنے	یعنے
۷۵	۷	ہہار	بہار
-	۱۳	کی	کے
۷۶	۱۰	کماں	کہاں
-	۱۳	بہد	بند
۸۰	۲	اسے	اُسے
-	۴-۱۲	پاکر پانے	پکڑ نہ پانے
۸۱	۱۵	آگی	آگے
۸۲	۲	۱	داستان پری کے دریافت کر لے گیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۴	۱۵	+	اندھیرے نے اُسکا کیا دم خفا لہو نے سیاہی کیسی کو دیا
۸۵	۹	طامت	ظُلمت
۸۶	۱۲	زندگانی	زِندگانی
۸۷	۳	کیا	کہا
-	۳	ہ	ہی
۸۸	۸	کیبکی	کیتکی
۹۰	۲	عشق	غشں
-	۸	دوبلا	دوبالا
۹۱	۸	حال	چال
-	۱۱	وہن	وُہ ہیں
۹۲	۱	لترے	کترے
۹۶	۱۰	پر	پہ
۹۶	۱۱	حاندنی	چاندنی
۹۶	۱۲	+	داستان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۰	۶	چھپے	چھُپتے
-	۹	نُکیلی	نُکیلی
-	۱۲	اُس لے	اُس نے
-	۱۵	اُنھس	اُنھیں
۱۰۱	۱۱	ڈو	ڈول
۱۰۲	۴	سرو وگل ہو	سبزہ وگل گلستاں
۱۰۳	۷	دُبے	دبے
۱۰۵	۴	درختوں کی	درختوں کو
۱۰۶	۱۱	ڈلل	ڈیل
۱۰۷	۱۶	بستر	سبز
۱۰۸	۲	اتنا	اسنا
۱۰۹	۲	گئے	گیا
-	۴	گُل	گُل
۱۱۱	۵	نہلہ	کہ
۱۱۲	[illegible]	اس لے	اُس کے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۴	۲	تپ	تب
-	۳	خونؔ	خوں
-	۶	سنبھوانا	سنبھالتا
۱۱۵	۱۰	اہا	کہا
۱۱۶	۲	ہمیشے	ہمیشہ
۱۱۸	۱۵	چُپ سے اپنے	چُپ سے اپنی
۱۲۰	۱	بوئیے وہ گُل	بوسے وہ گُل
-	۹	تھے	تھا
-	۱۱	سوہ گُل	وہ گُل
۱۲۱	۵	اُہیں کے	اُس کا
۱۲۲	۳	پہنچی	پہنچے
۱۲۲	۱۰	ونہیں	اُنھیں
۱۲۳	۷	بن لئی	بن گئی
۱۲۴	۸	سِہر	سحر
-	۱۳	+	یہ سنتے ہی پہلے تو غش کر گئی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
			کہے تو کہ حیرت میں آمر گئی
۱۲۵	۱	دلایا	دیالا
۔	۱۱	شُبکر	شُنکہر
۱۲۵	۱۶	پروابی	پرواہی
۱۲۶	۷	اؤر رُخ	اور رُخ
۔	۸	گلزار سے	گُلزار سے
۱۲۹	۱	وھل	ڈھل
۔	۱۱	طلائی	طلاکی
۔	۱۴	پھرے	پھرنں
۱۳۱	۱	لی	کی
۔	۳	مُرے	کرے
۔	۱۵	سے	ہی
۔	۱۶	ماد	یاد
۱۳۲	۱۰	لو	کو
۔	۰	ہاش۔برُنا	ہی۔برُنا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۳	۳	فوج	فوْج
-	•	وہاں	وُہی
۱۳۳	۷	کو	کوْ
۱۳۳	۱۱	†	نہ تازی یہہ کچھ زسم پیوند ہی ہمیشہ سے عالم بروْمند ہے
۱۳۳	۱۳	لگا	کھُلا
۱۳۳	۱۵	اپنے دعوے - ملک	اپنی بانی - ڈنگ
-	-	بخاطرنہ	نہ خاطر میں
۱۳۴	۱۰	کا	سے
۱۳۵	۷	رکھہ	رکھہ
۱۳۵	۱۲	رواں	روَاں
۱۳۶	۳	ان	اُن
۱۳۶	۴	کھاوْنے	کِھاوْنے
۱۳۶	•	جون	جوْن
۱۳۶	۹	ساتھہ	ہاتھہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۷	۲	سرسبز	سردار
۱۳۷	۶	کرنی	کریں
۱۳۸	۳	دِکھانی	دِکھائی
۱۳۸	۴	تیورا	تیوْرا
۱۳۸	۵	نایکے	نایکا
۱۳۸	۶	چپا	چپا
۱۳۸	۸	مُہریکے	مہُری کے
۱۳۹	۳	گھوزیاں	گھوْزیاں
۱۳۹		گھرمی	گھرے
۱۳۹		میتھی سی	میتھے سے
۱۳۹	۷	کی	کے
۱۳۹	۱۳	یار	بارْ
۱۴۰	۱	لہ	کہ
۱۴۰	۲	سُہانی	شہانی
۱۴۰	۸	کوٹی	کوٹھی

ROYAL LIBRARY OF THE BOMBAY BRANCH ... SOCIETY

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۰	۱۶	بانو	پاوٗں
۱۴۲	۳	ورکارِ	ورکار
۱۴۲	۱۳	بنہایا	نہایا
۱۴۳	۴	تم	تُم
۱۴۳	۶	تسّای دُے ونکے ادھرکوچلے	تسّای دونہ دیکھے اُدھر چلے
۱۴۳	۹	ایک شہر	ایک نہر
۱۴۴	۹	اُس	اِس
۱۴۴	۱۱	اور بلبل	اور وہ بلبل
۱۴۴	۱۴	پری	بری
۱۴۵	۵	وے دونوں کے	اور اُن دونوں
۱۴۵	۱۳	جیسے	جیسی
۱۴۶	۱۲	نہیں	نہیں
۱۴۷	۳	میں	کو
-	۷	گوہر	گوہر

CRI
U8 871'431

00047504

Digitized with financial assistance from the
Government of Maharashtra
on 02 January, 2016